وَآتُوا الزَّكوة
اورزکوۃ ادا کرو
زکوۃ وفطرہ
کے فضائل ومسائل اوراس کے احکام
مصنف
مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

نام کتاب : زکوۃ وفطرہ کے فضائل ومسائل اوراس کے احکام
مؤلف : مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری مقیم بنگلور کرناٹک
پہلی اشاعت : ۲۰۲۴ء
تعداد : ۱۰۰۰
قیمت : ۲۰/روپئے
سلسلہ مطبوعات : باہتمام: مکتبہ سعدین یاسین نگر بنگلور

Zakat-o-Fitra k Fazail-o-Masil
Aur Us k Ahkam
by:
Mufti Md Sajjad Hussain Qasmi

Address
Yasen Nagar,Hbr Layout
Bangaluru,Karnataka
Indid-Pon : 560043

زکوۃ

"**زکوۃ**" عربی لفظ ہے۔لغت کے اعتبار سے اس کے تین باب ''نصر ینصر'': سے ''زکی یزکوُ''
سے۔زکّی یزکی باب تفعیل سے،اور تزکّی یتزکّی باب تفعل سے۔لغوی اعتبار سے زکوۃ کے اس معنی کی

اصطلاحِ شرع میں دو معانی ہیں۔

المنجد عربی لغت کی کتاب میں باب ''سمع یسمع'' سے بڑھوتری اور بڑھنے کے معنی میں ہے۔''چیز کا عمدہ حصہ، زکوۃ، صدقہ، پاکیزگی'' لکھا ہے۔جمع زکا اور زکوات'' ہے۔اردو میں بھی مستعمل ہے۔فرہنگ آصفیہ ر ج ۲ ر ص:۴۰۴ ر پر اس کا معنی (شریعت اسلامیہ کے اصطلاحی معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے) ''مال کا وہ چالیسواں حصہ جو سال بھر کے بعد راہ خدا میں دیا جاوے'' لکھا ہے۔اسی طرح اس لفظ کو اردو میں مؤنث لکھا ہے۔

''انوار الزکوۃ'' مؤلفہ حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی مطبوعہ دائرۂ تبلیغ پورہ ہیراں، سیالکوٹ مغربی پاکستان سال سمبر ۱۹۶۶ ر کتاب کے صفحہ ر ۹ ر پر لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت کی تین قسمیں ہیں۔زبان کی عبادت۔بدن کی عبادت اور مال کی عبادت! مؤلف کتاب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ (نماز میں) قعدہ کی دعا میں ہر روز آپ پڑھتے ہیں'' اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّیِّبَاتُ''، جس کا معنی'' قولی، بدنی اور مالی'' عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

یعنی تشہد میں قعدہ میں انسان'' روزہ'' پنج نمازوں میں قولی، بدنی اور مالی تینوں عبادتیں اللہ تعالی ہی کے لئے خاص کرتے ہوئے اقرار کرتا کہ اے ہمارے رب! تیرے ہی سامنے میں کل حمد وثنا بیان کرتا ہوں! میرا وجود اور میرے لئے تمام قولی، بدنی مالی قوتیں تو نے ہی عطا فرمائی ہیں۔

یعنی جس طرح منجانب اللہ انسان کے لئے'' روح، جسم اور مال''عظیم نعمتیں ہیں۔اسی طرح عبادت کے تعلق سے'' قولی، بدنی اور مالی'' تین طرح سے عبادتیں اسی اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ سمجھنا چاہئے'' روح، جسم اور مال'' تینوں نعمتوں کو قول، بدن اور مال تینوں سے اللہ ہی کے حکم وطریقے کے موافق پاک وصاف کر کے فطری اور قدرتی پوائنٹ پر قائم رکھنا ہے۔

کیوں کہ ہر چیز میں'' نارمل، ہائی اور لُو'' تینوں'' موڈ'' یعنی'' سو چویشن، صورتیں اور حالتیں'' ہوتی ہیں۔یاد رکھئے! ہر چیز میں'' نارمل پوائنٹ'' فطرت اور بناوٹ کے لحاظ سے صحیح پوائنٹ ہے۔یہی صحت اور درست برائے پرسکون پوائنٹ ہے۔ہر چیز کا اسی پوائنٹ پر ہر حال میں قائم رہنا ضروری ہے۔جہاں اس سے نیچے یعنی لُو حالت میں چیز آئی یا نارمل سے اوپر لیبل یعنی ہائی پوائنٹ پر چیز گئی، تو سمجھنا چاہئے کہ یہ انفکشن اور سائڈ ایفیکٹ پوائنٹ ہے۔حالتِ مرض اور وائرس والا پوائنٹ ہے۔اسی کا انسان علاج اور درست کراتا ہے۔اسی کو درست کرنے کے لئے ماہرین اور انجینیئرس اور ڈاکٹرس پیدا ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی کی ہدایت کے مطابق'' روح'' کو نارمل پوائنٹ پر رکھنے کے لئے'' ذکر

اللہ'' ہے۔جسم کو نارمل پر پوائنٹ پر رکھنے کے لئے طہارت، پاکی وصفائی حاصل کرنی ہے۔اسی طرح ''مال'' بھی ''روح اور جسم'' دونوں نعمتوں کے قیام کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ یہ مثل پٹرول کے ہے۔جس طرح ایک نئی گاڑی کے چلنے کے لئے ''پٹرول اور ڈیزل'' کی از حد ضرورت ہے۔اسی طرح انسانی حیاتیاتی مشین کو حرکت کرنے کے لئے،اس کے خاص پٹرول یعنی مال کی ضرورت ہے۔

''انوارالزکوۃ'' مؤلفہ حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے، اپنی کتاب میں صحیح طور پر لکھا ہے کہ: ''مال'' کے بغیر دنیا اور دین کے کام انجام نہیں پا سکتے ہیں۔اسی سے انسان کی معیشت ہے۔اللہ رب العزت نے چوتھے پارہ کے ۱۲رویں رکوع میں ارشاد فرمایا ہے'' جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا'' کہ اللہ تعالی نے تمہارے مالوں کو تمہاری گذران اور معیشت کی استقامت کا سبب بنایا ہے''۔مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں کہ'' (انسان کا) رہنا،سہنا،کھانا، پینا، پہننا، بیوی بچوں کے بے حساب مصارف اور صدہا لوازم زندگی ''مال'' سے ہی پورے ہو سکتے ہیں۔

مگر آج کل حقیقت اور فوائد سے نابلد لوگوں کیلئے مال کی زکوۃ نکالنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔مال کی محبت، اماک اور بخل پر اکساتی اور رغبت دلاتی ہے۔اللہ تعالی نے انسان کے اسی بخل وامساک کو دور کرنے کیلئے بطیّب خاطر مال خرچ کرنے والوں کو ایسا وعدہ فرمایا ہے کہ جو کسی دوسری عبادت کے لئے نہیں فرمایا۔

زکوۃ کی فضیلت : چنانچہ قرآن مجید کے دوسرے پارہ کے ۱۶رویں رکوع میں ارشاد ربانی ہے'' مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ اَضْعَافًا مُّضَا عَفَةً'' کہ کون شخص ہے جو اچھے سے اچھا قرض اللہ کو دے کر اس کو مزید دوگنا کرے''۔

مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالی کی خوشنودی کیلئے مال خرچ کرنا ''اللہ تعالی کو گویا کہ قرض دینا ہے''۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کہتا ہے بندوں سے کہ تو میرے دیئے ہوئے مال کو میرے حکم کے موافق جگہوں پر خرچ کرو۔جب تو ایسا کرے گا تو سمجھو کہ میں تیرا مقروض رہوں گا۔جس کا بدلہ ہر حال میں بڑھ چڑھ کر عطا کروں گا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ مال اللہ ہی کا ہے۔وہی اللہ مال کو اسی کے حکم کے موافق خرچ کرنے والوں سے اس میں بڑھوتری کا وعدہ بھی کرتا ہے اور نیز انسان کی معیشت کو بھی مضبوط کرنے کا ذریعہ بھی لگاتا ہے۔ساتھ ہی انسان اس سے اپنے بدن، جان، کنبہ قبیلہ اور خاندان، بیوی، بال بچے، خویش واقارب اور کل معاشرہ کو بھی پالتا ہے۔

یعنی اللہ تعالی اپنی مخلوق انسانی کی صحیح پوائنٹ پر قیام کے اصلی مغز ''مال'' کے استعمال کرنے کیلئے وہ طریقے بتلاتے ہیں جن سے انسان فطری پوائنٹ پر قائم رہ سکتا ہے۔چونکہ انسان عموما

شیطانی بہکاوے میں بس سرسری چیزوں اور اسکرین کی خوشنمائی کی طرف لپکتا ہے۔ مگر اس کے نیچے بہت سی گندگیاں اور تکلیفیں چھپی ہوتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے اسے مال کے استعمال کر کے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرنے کے لئے حکم فرمایا۔

چنانچہ قرآن مجید کے پارہ ۲۶ رکوع ۸ میں ارشاد فرمایا ”هَانْتُمْ هٰؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنْكُم مَّنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهٖ ط وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا اَمْثَالَكُمْ“ ہ کہ خبردار! تم وہ لوگ ہو کہ تمہارے ہی فائدے کیلئے خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ پھر بھی تم میں سے ایسے بعض ناواقف اور جاہل ہیں کہ بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ جو بخل کرتا ہے درحقیقت وہ اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے اور اللہ تعالی تو بے نیاز ہے۔ (کیوں کہ وہی سب چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ انہیں کسی چیز کی ضرورت تو ہے نہیں)! اس کے برخلاف تم (مخلوق و) محتاج اسی کا ہو۔ اگر اس رب کے حکم کے موافق تم خرچ کرنے کے صحیح راستہ سے پھر جاؤ گے تو (اس اللہ کا کیا بگڑے گا؟) وہ تو اپنے معاملے میں بالکل آزاد ہیں اور بے نیاز ہیں۔ تمہاری جگہ وہ کسی اور خلوق کو پیدا کر کے تمہاری جگہ بدل دے گا۔ پھر تو تمہاری کہیں مثال نہیں ہوگی۔

اس طرح کے بہت سے حکم ہیں۔ مقصد مال سے مخلوق انسانی کی غروت ختم کر کے ایک دوسرے انسانوں سے تعلقات کو بہتر طریقے سے استوار کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالی چاہتا تو سارے انسانوں کو مالدار ہی بنا دیتا۔ لیکن اس میں خرابی ”غرور“ کی پوری طرح گھس جاتی۔ جب سب مالدار ہی ہوجاتے تو کس مالدار کی کون مالدار ضرورت پوری کرتا۔ نوکری چاکری کے کام کون کرتا۔ ہر مالدار چاہتا کہ دوسرا میرے یہاں کام کر کے میری خدمت کرے۔ میں اسے تنخواہ دوں گا۔ اس لئے اس دنیا میں ایک دوسرے کے کام پورے ہونے کے لئے ایک کو غریب بنانا اور ایک کو امیر بنانا بھی لازم تھا۔

جیسے جاندار مخلوقات میں کھانے کے لئے منہ دیا ہے تو اس کھانے کے ہاضمہ کے بعد بھونسہ اور بے کار لکوڈ یعنی پیشاب وغیرہ کے اخراج کے لئے پاخانہ کی جگہ اور پیشاب کے راستے بھی بنانا لازمی تھا۔ پس یہ نہیں کہا جائے گا کہ پیشاب و پاخانہ کی جگہ کا گوشت اور ہڈیا اور رگیں مغضوب اور مردود ہیں۔ نہیں! اس جگہ کے لئے اس چیز کا وجود وظہور انسانی ذات کے لئے ضروری تھی۔ البتہ ان جگہوں سے گندی فضلات کا چلن ہے جو ناپاکی کا باعث ہے۔ اس لئے اس سے بچا اور شرم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح مال انسانی ضرورت کی اہم چیز ہے۔ مگر سب لوگوں کو مال دیدینے سے انسان ایک دوسرے سے مل جل کر نہیں رہ سکتا تھا۔ بلکہ اپنے مفاد کے حصول کے لئے لڑ بھڑ کر مر جاتا۔ تب تخلیق

انسانی کا مطلب نہیں رہ جاتا! اس لئے کسی کو امیر اور کسی فقیر ومحتاج بنایا اور امیر کے مال میں فقیر کا حصہ رکھ کر زکوۃ ،کو فرض کیا۔ صدقات نافلہ کو مستحب قرار دے کر معاشرت ے نظام کو بیلنس میں رکھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان بیلنس صورت حال کی تعلیم ،وسوسے دینے والی ذات ''شیطان'' کی شیطانیت سے محفوظ کھنے کے لئے اسکرین کی خوبصورتی ہی کو دیکھ کر لپک نہیں جانا بلکہ حقیقت کو دیکھ کر مال کو بھی خرچ کرنے کے لئے اللہ تعالی نے تعلیم دی ہے۔

اسی لئے اللہ تعالی انسانی تخلیق کے سبب اس کے بہک جانے والی صفت خاصہ کو چونکہ جانتا تھا۔ اس لئے اس کو اپنی طرف اپنا حکم پیش کر کے بلایا کر مال خرچ کرنے پر بدلہ کے لئے وعدہ کیا تا کہ انسان شیطانی بہکاوے میں اصل سے ہٹ کر مقصد تخلیق کو بر باد نہ کر دے اور خود کو بھی نقصان نہ پہنچا لے۔

اسی طرح ہدایات وتنبیہ کے بعد بھی نہ سمجھنے والے لوگوں کے سامنے ان بیلنس اور غیر قانونی کام کرنے کی صورت حال سے بھی آ گاہ کر دی کہ ایک مخلوق جب وجود میں آ جاتی ہے تو اس کے قیام کے لئے جو صحیح قوانین وضوابط ہیں انہیں اپنانا ضروری ہے۔ اگر ان کے خلاف گئے تو ان کے اپوزیشن صفات کا ظہور بھی فرض عین ہے۔ یہی عذاب کی صورت ہے۔ اس لئے اے لوگوں نارمل پوائنٹ کے قوانین سے مت ہٹو! ورنہ تجھے عذاب ہر حال میں مقدر ہے۔

جیسے کہ ''آگ'' ہے۔ ایک مخلوق ہے۔ چیز ہے۔ اس میں جلانے کی صفت خاص ہے۔ مگر اس صفت والی چیز سے بچ بچا کر با حفاظت اس چیز کو ایک قانون اور ضابطہ سے جب استعمال کیا جاتا ہے ،تو پھر یہی جلانے والی چیز نفع پہنچانے والی بن جاتی ہے۔ اس لئے آگ کے استعمال کے قانون کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ جان کر بھی با حفاظت اور محتاط انداز میں اس کا استعمال نہایت ضروری ہے۔

اسی طرح ''مال'' دنیا میں انسان کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔ اس کے بغیر اس کی حیات ممکن نہیں ہے۔ مگر یہ مال کانٹے دار جھاڑی میں گلاب کے پھول کی مانند ہے۔ کہ گلاب سے فائدہ اٹھانے کے لئے بڑے احتیاط سے پھول توڑا جاتا ہے۔ ذرا سا بے احتیاطی ہو جانے پر کانٹا چبھ کر خون نکالدے گا۔ اس لئے مال کے استعمال کے لئے اللہ تعالی نے خاص قانونِ زکوۃ پیش کیا اور مالداروں کو حکم دیا کہ ''اٰتُو الزّکوۃ'' کہ تم اس کی زکوۃ نکالا کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ ''زکوۃ'' نکالنے سے ہوگا کیا! کیوں زکوۃ نکالو گے؟ تو خود ہی اس کا جواب بھی دوسرے پارہ کے ۴ رویں رکوع میں واضح طور پر مرحمت فرمایا'' مَثَـلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموَالَهُم فِـي سَبِيـلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتُ سَبُعَ سَنَابِلَ فِي سُنبُلَةٍ مِّاَةُ حَبَّةٍ ط وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنُ يَّشـآءُ ولاالـلّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ہ کہ اللہ کے راستے میں تم میں سے جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے

ہیں ان کی مثال گیہوں کے اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات خوشے اگیں۔ ہر ایک خوشہ میں سو دانے ہوں اور اللہ چاہتا ہے تو اس سے زیادہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالی تو بڑی گنجائش والی ذات ہے جو کہ ہر بات کو جانتی ہے۔

اس آیت میں اللہ عالی نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے گیہوں کے دانہ کے خوشوں کی مثال دی ہے۔ آپ اس خوشہ کو دیکھیں گے تو ایک دانہ سے جو پودا نکلتا ہے۔ اس میں سات بالیاں نکلتی ہیں اور ساتوں بالیوں میں سے ہر بالی میں ۱۰۰/۱۰۰ دانے نکلتے ہیں۔ اس طرح ایک دانہ سے سات سو دانہ اللہ عطا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو زکوۃ نکالتا ہے، خلوص نیت کے ساتھ، جس سے اللہ کا دل جب خوش ہوتا ہے و سات سو سے دو گنا بھی کر کے چودہ سو دانے بھی عطا کرتا ہے۔ پھر فرمایا واللہ واقع علیم کہ اللہ اور وسعت والی ذات ہے۔ وہ چاہتا ہے تو اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔ لفظ'' علیم' بول کہ اللہ نے بتلا دیا کہ تم کس طرح اور کتنا اور کس نیت سے خرچ کرتے ہو۔ اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔ کیوں کہ اس کی ایک صفت علیم بھی ہے۔ وہ اپنی جانکاری سے تمہارے اندر خلوص کی جو مقدار پاتا ہے۔ اسی مقدار کے عوض تمہاری محنت کا بدلہ اور صلہ بے حساب عطا کرتا ہے۔ اس لئے خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں تم خرچ کرو۔ یعنی زکوۃ نکالو۔

اس کے بعد مالداروں کو ایک اور تنبیہ قرآن مجید تیسرے پارہ کے چوتھی رکوع میں کی'' اَلَّذِينَ يُنفِقُونَ اَموالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتبِعُونَ مَا اَنفَقُوا مَنًّا وَّ لَا اَذًى لَّهُمْ اَجرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خوفٌ عَلَيهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہ قولٌ مَّعرُوفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتبَعُهَا اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ہ کہ جب تم زکوۃ دیدیئے تو پھر اپنے دیئے پر احسان نہ جتلانا! کیوں کہ کسی شخص کو کچھ دے کر اس پر احسان جتلانا دراصل اس کو تکلیف پہنچانا ہے۔ اس سے سب نیکی برباد ہو جاتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے جب کچھ خرچ کرتے ہیں تو وہ پھر احسان نہیں جتلاتے ہیں نا ہی لینے والے کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں تو ان کو ان کے دیئے کا ثواب یعنی بدلہ ان کے رب کے پاس ضرور ملے گا۔

علاوہ ازیں ان پر کوئی خوف و ہراس بھی نہ ہوگا۔ نا ہی وہ کبھی غمگین ہوں گے۔ اس لئے جسے کچھ عطا کئے ہو۔ اس سے نرمی سے بات کرو اور سائل کے اصرار سے درگذر کرو۔ اللہ تبارک و تعالی تمہیں تمہارے دیئے سے بہتر عطا فرمائے گا۔ تمہار نرمی سے جواب دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جسے دے کر تم احسان جتلاتے ہو۔ اللہ کی ذات بے نیاز ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید کے تیسرے پارے کی چوتھی رکوع میں سختی کے ساتھ دیئے ہوئے صدقات پر اسحان جتلانے سے نقصان کو بتلاتے ہوئے تنبیہ کی'' يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تُبطِلُوا صَدَقٰتِكُمْ بِالمَنِّ وَالاَذٰى كَالَّذِىْ يُنفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤمِنُ بِاللّٰهِ

وَ الیَومِ الآخِرِ ط فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفوَانٍ عَلَیهِ تُرَابٌ فَاَصَا بَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ صَلدًا ط لَا یَقدِرُونَ عَلٰی شَیءٍ مِّمَّا کَسَبُوا ط وَاللّٰهُ لَا یَهدِی القَومَ الکَافِرُونَ ہ کہ اے مسلمانو! تم اپنے صدقات (زکوت وخیرات) کو احسان جتلانے کے ذریعے (دیئے ہوئے شخص کو) ایذا پہنچا کر، دیکھاوے کے لئے مال خرچ کرنے والوں کی طرح ضائع اور باطل نہ کرو! دیکھاوے سے خرچ کرنے والے تو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی جان لو کہ ان لوگوں کے خیرات کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر زور دار بارش آنے کے سبب سے اس پر پڑی مٹی کو بہالے جا کر بالکل صاف اور سپاٹ کر دی۔ ایسے لوگوں کو خرچ کرنے سے کچھ بھی ہاتھ نہیں لگتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے پر ناشکری کرتے ہیں۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی بھی مسند احمد میں حدیث منقول ہے "مَنُ تَصَدَّ قَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ' کہ جس نے کسی کو ریا و دکھلاوے سے صدقہ کیا۔ اس نے صدقہ نہیں بلکہ شرک کیا"۔ اسی طرح مسند احمد ہی کی ایک روایت ہے حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے شرک سے ڈرتا ہوں کہ میری امت سورج، چاند، پتھر اور بتوں کو تو نہیں پوجے گی" ولکِنْ یُرَئُونَ بِاَعمَالِهِمْ" کہ اپنے عملوں میں ریا کرنے لگے گی۔

اللہ تعالیٰ نے تیسرے پارہ کی چوتھی رکوع ہی کے اندر، ریا کاری اور نام ونمود سے خرچ کرنے اور کام کرنے کی ایک بہترین مثال پیش کی ہے" اَیَوَدُّ اَحَدُ کُمْ اَنْ تَکُونَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیلٍ وَّ اَعنَابٍ تَجرِی مِنْ تَحتِهَا الاَنْهَارُ لَهٗ فِیهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ اَصَابَهُ الْکِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ج فَا صَا بَهَآ اِعصَارٌ فِیهِ نَارٌ فَاحتَرَقَتْ ط کَذٰ لِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ الاٰیَاتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُونَ ہ کہ تمہارے خرچ کرنے کی مثال یہ ہے کہ تم میں سے کوئی جس طرح اس بات کو پسند کرے گا کہ تم میں سے کسی کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، ہر طرح کے پھل اس کو وہاں میسر ہوں، لیکن اس کو بڑھاپے نے دبوچ لیا ہو ساتھ ہی اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں ایسی حالت میں اس کے باغ پر ایک آگ کا "گولا" چل کر اس کے باغ کو جلا کر جلا بھنا دے! اسی طرح تمہارا دیکھلاوے سے خرچ کرنا ہے کہ خرچ تو کئے جس کا تمہیں بدلہ ملنا ضروری تھا مگر تم نے اسے ریا کے عمل سے خرچ کرنے کے باوجود جلا لیا اور ہاتھ کو کچھ نہ حاصل کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نیا سی ۴ر تھے پارہ کے رکوع میں تنبیہ کی" وَ مَثَلُ الَّذِینَ یُنفِقُونَ اَموَالَهُمْ ابتغآءَ مَرضاتِ اللّٰهِ وَ تَثبِیتًا مِّنَ اَنفُسِهِمْ کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتُ اُکُلَهَا ضِعفَیْنِ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیرٌ ہ کہ جو لوگ اللہ کی رضا کیلئے خلوص نیت کے

ساتھ اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ کی طرح ہے جو اونچائی پر واقع ہو، جس پر بارش پڑنے سے دو چند پھل آجاتا ہے اور اگر بارش نہ بھی پڑے، تب بھی محض شبنم کی وجہ سے ہی پھر دیدیتا ہے۔ (یادرکھو! یہ محض اللہ تعالی کی طرف سے عنایت ہے جو تمہارے) اعمال کو دیکھ رہا ہے (اور اسی کے بموجب اپنی طرف سے عطاوعنایت کرتے ہی رہتے ہیں)۔

اس لئے بندوں کو اس حقیقت کو جاننا اور سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ کا عطا کردہ ''مال'' کو نعمت سمجھے اور اس میں سے اللہ کے حکم کے موافق خلوص نیت کے ساتھ خرچ کر کے اپنے مال میں بڑھوتری کرنا چاہئے۔ بخیلی، کنجوسی نہیں کرنا چاہئے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ مال تو کماتے ہیں مگر اس کے کمانے کے لئے حرام راستہ اور ذریعہ ڈھونڈتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ حرام مال تو سراپا حرام ہے ہی۔ اس میں سے زکوۃ و صدقات نکالنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔ کیوں کہ حرام میں سے کچھ نکالنے سے وہ حرام ہی رہے گا۔ پاک تو ہوگا نہیں! البتہ ڈبل گناہ اور حرام مال میں کمی اور سر پہ بوجھ جو رہے گا سوا لگ!

اسی لئے جہاں رب کائنات نے مال خرچ کرنے کے لئے حکم فرمایا ہے، وہیں یہ بھی تنبیہ کی ہے ''یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اَنفِقُوا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الاَرضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیثَ مِنهُ وَلَسْتُم بِاٰخِذِیهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوا فِیهِ ط وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیدٌ ط کہ اے مسلمانو! ایمان والو! اپنی پاک کمائی میں سے اور زمین میں سے جو ہم نے اُگائی ہے ان میں سے (غریبوں اور اللہ کی راہ میں) دیا کرو۔ ہاں! ایسی بری چیز کسی کو دینے کے لئے ارادہ بھی نہ کرنا، جسے تم خود نہ لو! سنو اور جانو! اللہ تعالی بے پناہ خوبیوں والا ہے''۔

اس لئے ہمیشہ پاک مال میں سے حقداروں محتاجوں کو دینا چاہئے۔ تا کہ اگر اس میں کوئی ناپاک مال گھس گیا ہے یا اللہ کے حکم کے موافق ابھی تک اس مال میں سے زکوۃ وصدقات کے نہ نکالنے کے سبب وہ مال ناپاک اور بوجھ بنا ہوا ہے تو وہ پاک وصاف بن کر قابل فرحت بن جائے۔

مشکوۃ شریف میں ایک حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مال حرام سے اُگے ہوئے ''گوشت'' کے لئے ''آگ'' ہی لائق ہے۔ یعنی جو جسم حرام مال سے پلا بڑھا ہے اور گوشت بنا ہے۔ اس جسم کے گوشت کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ آگ میں جلے۔

آج کل ''مسلمان'' مسلمان کہلاتا تو ہے۔ مگر وہ اپنی روح کے مکان بدن یعنی جسم کی ٹنکی میں حلال مال ڈال رہا ہے یا کہ حرام! کوئی تمیز ہی نہیں کرتا ہے۔ جبکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ جس چیز میں جس صفت کی چیز سرایت اور جذب کرے گی۔ اس میں اسی چیز کا اثر ہوگا۔ اگر پاک چیز سرایت کی ہے تو وہ چیز پاک اور خوشبودار ہوگی۔ اگر ناپاک اور بدبودار سرایت کی ہے تو وہ چیز بدبودار اور ناپاک ہوگی۔ جس چیز میں پٹرول اور سرسو یا ڈیژل یا جلنے والا کوئی بھی تیل مثلاً کراشن تیل وغیرہ

گھسے گی تو اس میں آگ ہی لگے گی۔ جس میں پانی گھسے گا تو وہ جلنے سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح عطر کسی چیز میں لگائیں گے اور جذب کرائیں گے تو اس سے خوشبو ہی نکلے گی اور اگر بد بودار چیز لگائیں گے اور ملیں گے تو وہ چیز بد بودار ہی رہے گی۔

پس جسم کے اندر جو مال جا رہا ہے چاہے خارجی طور پر کپڑے وغیرہ کی صورت میں ہو یا کہ داخلی طور پر کھانے، پینے وغیرہ کے طریقے سے ہو۔ یہ مال اگر پاک وصاف ہوگا تو اس سے بنے خون کے اثرات صاف وشفاف اور پاک ہوں گے۔ جس کا اظہار بھی خوشنما اور گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا ہوگا۔ لوگ لائق کریں گے۔ اس کے برخلاف جسم کے اندر اگر مال حرام سود، دھوکہ، زبردستی چالبازی، بدتمیزی، ڈکیتی، چوری وغیرہ کے ذریعے سے کمائے ہوئے حرام مال جائے گا تو اس کے اثرات اور صفات بد بودار ہوں گے۔ اس جسم سے جو حرکتیں ہوں گی وہ چوری، ڈکیتی، بدتمیزی، دھوکہ فریب اور بد معاشی والی حرکتیں ٹھیک اُسی طرح ظاہر ہوں گی، جس طرح کہ ''آگ'' سے جلن''، نیم سے کڑواہٹ، اچار سے کھٹا پن اور شکر وشہد سے میٹھا پن کا ظہور ہوتا ہے۔

اسی سبب سے کھانے، پینے اور برتنے کی تمامی امور میں اللہ رب العزت نے حلال مال سے حاصل شدہ چیزوں ہی کے کھانے اور حلال کھانے کے لئے حکم فرمایا ہے اور حرام مال سے بچنے کے لئے ترغیب دی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے اسی لئے خرچ کرنے کے لئے'' اَنفِقُوا من الطیبات'' کے ذریعے پاک مال میں سے خرچ کرنے کے لئے حکم ہوا ہے اور'' وَلَا تیمَّمُوا الخبیث'' خبیث وناپاک مال کے قریب بھی جانے سے منع کیا ہے۔

پس جس بدن میں پٹرول چھڑک دیا گیا ہو اس کا جلنا ضروری ہے۔ اس کی صفت ہے کہ وہ جلنے کے لئے لائق بن گیا ہے۔ حالانکہ جلنا نہیں چاہئے۔ مگر جلنے والی چیز کے اتصال کے سبب اب وہ جلے گا ہی۔ اسی کو سرور کائنات ﷺ نے کہا ہے کہ جو گوشت حرام مال سے پلا ہے۔ اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ آگ میں جلے۔ بد دماغ اور نافہم لوگ اس سے یہ نہ کہیں کہ حضور ﷺ رحمت عالم ہو کر انسان کے جسم کے لئے آگ مناسب ہے کیسے فرمادیا؟ بلکہ آپ ﷺ نے قانون و صفات کے موافق موصوف کے وجود کی حقیقت کو ظاہر فرمائی ہے کہ جلن والی چیز سے متصل چیز یقینی طور پر جلے گی۔ کیوں کہ وہ جلنے ہی کے لائق تیار ہوئی ہے۔

اس لئے اللہ تعالی نے انسان کو تاکید کی کہ روح اور اس کے مکان جسم کو پٹرول فریش اور صاف دو تا کہ انسانی زندگی کی گاڑی صحیح سے اپنی فطرت پر قائم رہ کر جاری رہے۔ ایسے انسان کے ساتھ جو اللہ کے حکم کے موافق نفع ونقصان کے پیش نظر مال کو حلال طور سے استعمال کرنے کے لئے زکوۃ نکالتا ہے اور موقع بموقع صدقہ وخیرات کرتا رہتا ہے۔ خود اللہ تعالی اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

جیسا کہ چھٹویں پارہ کے رکوع نمبر ۷ کے اندر اللہ تعالی نے اعلان فرمادیا ہے'' اِنِّی مَعَکُم ط

لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَ اٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَ عَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ وَ اَقۡرَضۡتُمُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ج فَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ہ کہ اے انسانوں! اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اگر تم نماز پڑھتے ہو، زکوۃ دیتے ہو، اور ہمارے پیغمبر پر ایمان لاتے ہو اور ان کی مدد کر کے خوش دلی سے اللہ کو یعنی ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے مال نہیں دے کر محتاج بنادیا، قرض دیتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری اس نیک عمل کے بدلے ضرور تمہارے گناہ کو دور کر دیں گے اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے تلے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اس کے برخلاف سو! تم میں سے جس کسی نے بھی اس طرح نیک عمل نہ کر کے کفر کی۔ یعنی من موجی راہ اختیار کیا تو پھر سمجھو کہ سیدھے راہ سے تم یقینی طور پر گمراہ ہوئے۔

دیکھئے! اس آیت میں نماز پڑھنے، پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے اور انکی دینی معاملات میں مدد کرنے کے ساتھ ساتھ زکوۃ دینے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اسی لئے سات سال کے بچے کو نماز کا حکم کرنے کا حکم ہے اور دس سال کے بچے جب نماز نہ پڑھے تو اسے مارنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے انسان کی ذاتی زندگی جہاں بنتی ہے وہیں اجتماعی زندگی بھی تیار ہوتی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ایک امام کے پیچھے رکوع وسجدہ کرنے سے اسی طرف اشارہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنی نہ چلائے بلکہ انفرادی زندگی میں بھی اللہ کے حکم کے مطابق چلے اور ہر انسان مل جل کر ایک کو بڑا مان کر سب ایک ہو کر چلے اور اپنے ماحول میں اجتماعیت کا ماحول پیدا کرے۔ جس طرح نماز سے اجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح زکوۃ دے کر بھی نماز کے ذریعے لوگوں کے احوال کو جان جان کر جو غریب، فقیر ومحتاج اور کسی بھی معاملے میں ضرورت مند ہیں۔ انہیں مال سے مدد کر کے سارے انسانوں کو جمع کر کے ایک بنے اور نیک بنے۔ ایسے کرنے والوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایسوں ہی کے ساتھ اللہ ساتھ میں ہوتا ہے۔

یعنی زکوۃ اصول باہمی اور امداد باہمی کی تعلیم ہے۔ اس سے اجتماعیت اور اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ فساد ختم ہوتا ہے۔ غریبی ختم ہوتی ہے۔ روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ و درد کو سمجھا جاتا ہے۔

یادرکھئے کہ ''مال'' کی انسان کو اس کے پیدا ہونے والی جنین کی حالت سے لے کر ''قبر'' تک کے دورانیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔ کھانا، پینا، کپڑا لتا، خواہشات کی تکمیل کے لئے خرید وفروخت بیماری میں اخراجات، شادی بیاہ کے موقع سے اخراجات، موت کے وقت کفن دفن، طوفان و بلیات، زلزلے، سیلاب سے دو چار ہونے پر قیام کے لئے مال کی ضرورت پڑتی ہے۔ بغیر مال کے اس کو چھٹکارا نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے کے مدد وتعاون کرنے کی

تعلیم دیتے ہوئے ابھارا اور ترغیب دی ہے۔

جیسا کہ چھٹویں پارہ کے اندر ارشاد ربانی ہے" وَ تَعَاوَنُوا عَلَی البِرِّ وَ التَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنوا عَلَی الاِثْمِ وَالْعُدْ وَانِ والتَّقُواللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیدُ العِقَابَ ہ کہ تم ایک دوسرے کو نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد ہر گز مت کرو۔ اللہ کے غضب سے ڈرتے رہو کیوں کہ اس کا عذاب نہایت سخت ہے۔

مطلب صاف ہے کہ اگر غیر قانونی کام کرو گے تو اس کے انفکشن سے اور صفت جلالی و تکلیف دہ سے ہر گز بچ نہیں سکو گے۔ کیوں کہ انفکشن کی صورت حال صفات سے تمہیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے عقلمندوں کا کام ہے کہ وہ آگاہ شدہ صحیح خبر کے موافق قانون الٰہی روشنی میں اپنا نیک عمل کریں۔

اسی طرح اللہ تعالی نے نیک عمل کی وضاحت بھی اس طرح دوسرے پارہ کے چھٹویں رکوع میں کردی" لَیسَ البِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوھَکُمْ قِبَلَ المَشرِقِ ولالْمَغْرِبِ وَلکِنُ البِرَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ ولالیَومِ الآخِرِ ولالْمَلٰئِکَۃِ ولالْکِتَابِ وَالنَّبِیِّینَ ج وَآتَی المَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقربٰی ولالْیَلتٰمٰی ولالُ المَسَااکِینِ وَابنَ السَّبِیلِ وَالسَّائِلِینَ وَ فِی الرِّقَابِ ج وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃِ و اٰتَی الزَّکٰوۃِ ج وَ الْمُوفُونَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عَاھَدُ وا ج والصّٰبِرِینَ فِی الْبَاسَآءِ ولالضَّرَّآءِ وَحِینَ الْبَاسِ ج اُوْلٰئِکَ الَّذِینَ صَدَ قُواط وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُونَ ہ کہ نیک عمل صرف مشرق رُخ چہرے کر کے نماز پڑھ لینے اور،، رُوزہ نماز اور زکوۃ ادا کر لینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی کی وحدانیت اور ان کے فیصلے پر، آخرت کے دن پر (کہ اس دن ہر ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ اسی طرح) فرستوں پر (کہ وہ اگر چہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ مگر وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔

اسی طرح) اللہ تعالی کی طرف سے ہدایتی پیغام والی صحیح کتابوں پر، اور ان تمام نبیوں پر (جنھوں نے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہدایتی قوانین پر عمل کر کر کے، اور پڑھ پڑھ کر صحیح طریقے سے بتلا کر احسان عظیم کی ہیں) بھی ایمان لانے کا نام "بر" یعنی "نیکی" ہے۔

اسی طرح ایمان لانے کے بعد عملی صورت مال کے اندر سے کچھ حصہ اللہ کے حکم کے موافق نکال کر قریبی غریب رشتے داروں کو دینا ہے۔ یتیموں کو دینا ہے۔ مسکینوں کو دینا ہے مسافروں اور محتاج بھیک مانگنے والے لوگوں کو دینا ہے اور خاص طور سے نماز قائم کرتے ہوئے زکوۃ کے فریضے کو نبھانا ہے۔

اللہ تعالی اپنے بندوں کو کئی خوشیوں اور کئی مصیبتوں کو دے کر آزماتا ہے کہ یہ میری طرف سے پیش کردہ ہدایات و قوانین کو صحیح ماعنوں میں فالو کر کے مجھے راضی کرتا ہے یا نہیں اور اس راہ سے خود

کوفطرت پرقائم رہتا ہے یانہیں۔

چنانچہ دوسرے پارہ کی تیسری رکوع میں اللہ تعالی نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے''وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (۱۵۵)الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ (۱۵۶)أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (۱۵۷) کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم تمہیں اے بندے! خوف دلا کر، کبھی نڈر بنا کر، بھوکے پیاسے رکھ کر، کبھی خوب کھان پان عطا کر کے، مالوں کو کم کر کے، کبھی خوب مال عطا کر کر کے، جانوں کو مار کر اور کبھی لمبی عمر عطا کر کے، پھلوں کو کم وبیش کر کے امتحان لیتے ہیں۔

پس ان چیزوں کے کمی کی حالت میں جن لوگوں نے صبر سے کام لیا (اور بہتات یعنی زیادتی کی صورت میں، شکر گذاری کی) اور مصیبت و تکلیف اور صبر کے موقع سے یہ کہا کہ بیشک ہم اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ انہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر دارین میں رحمتوں کی بارش ہوتی ہیں، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں۔

دوسرے پارہ کی ان آیتوں سے واضح ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ ہر چیز محض امانت ہی نہیں بلکہ یہ امانتیں انسان کے لئے تکلیف و آرام کے اسباب بھی ہیں۔ اس لئے جو لوگ دنیا میں خوشحال ہیں۔ وہ اپنی خوشی کی حالت پر نہ اترائیں اور گھمنڈ نہ کریں۔ اسی طرح جو لوگ غریب ہیں۔ محتاج اور تکالیف و مصائب سے دوچار ہیں۔ وہ بالکل مرجھا کر پریشان نہ ہو جائیں۔

اس لئے کہ غریب کی غریبی حالت اور مالدار وخوشحال کی خوشحالی کی حاللت وسوچویشن ایک امتحان ہے کہ وہ دونوں اپنی اپنی حالتوں میں شیطان کے ساتھ مل کر خدا کی تعریف وحمد وثنا اور توحید کی امانت کو محفوظ رکھتے ہیں یا کہ بھول جاتے ہیں۔ خوشحال مال و دولت اور آرام وسکنو کے پردے میں چور مخمور صرف مستی میں رہتا ہے اور دوسروں کے حقوق کو ضائع کر کے اپنا نقصان اٹھاتا اپنے رب کے شکر کو چھوڑ کر ان کے غیض وغضب کا شکار ہوتا ہے یا ان کی اطاعت وفرماں برداری کر کے خوشی میں شکر گذاری کے سبب اللہ کے فضل کو حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح غریب مالی بحران ومحتاجی کے سبب مزید لاغر وناتواں بن کر صرف شکوہ الہی کرتا اصلی اللہ کے در سے مانگنے کے بجائے غیر اللہ سے مانگ کر مانگنے ہی کو صرف پیشہ بنا لیتا ہے اور پیٹ پالو زندگی ہے خیال کرتا ہے یا کہ غربت میں بھی اپنے رب کو یاد کر کے شکر گذاری کرتا مسجد میں جا کر اپنے رب کو یاد کرتا اسی سے ضروریات کو مانگتا ہے اور عالم ازل میں جو خدا کے''الست بربکم''سوال پر''قالو بلی ! کہ کر توحید پر ہر حال میں قائم رہنے کے لئے جو قول وقرار کیا تھا۔ اس پر قائم رہتا ہے۔

اللہ تعالی اپنے ہر امیر وغریب بندوں سے ہر وقت امتحان لیتا رہتا ہے اور وہ دیکھتا رہتا ہے کہ میرا بندہ جب کوئی قول اقرار کسی سے کر لی تو اس قول کو پورا کرنا ہے (اپنے اقرار کے بعد مکرنا اور دھوکہ دینا نہیں ہے)۔اسی طرح تنگ دستی کے موقع سے اور ہلچل وہنگامی حالات میں (گھبرانے اور پریشان ہو کر اللہ کے فیصلے پر اطمینان نہ رکھ کر) ثابت قدم رہنا ہے، جو لوگ اس طرح رہیں گے وہی سچے اور پکے پرہیزگار ہیں۔

دیکھئے! ''بر'' یعنی نیک کام کون کون سے ہیں۔ان کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ''مال'' میں کن لوگوں کے حقوق خود اللہ تعالی نے ثابت کی ہیں۔ان کو شمار کروا کر باضابطہ زکوۃ نکالنے کا حکم دیا ہے۔

محبت مال سے ہے یا اللہ سے: اب بندوں کو دیکھنا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے محبت کرتے ہیں یا کہ صرف دنیا اور مال سے۔عموماً لوگ ''مال'' سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔مال حاصل کرنے کی خاطر بیوی، بچوں، بیٹیوں کی عزت تک نیلام کر دیتے ہیں۔دیوث بن جاتے ہیں۔مرد گھر میں رہتا ہے اور بیوی نائٹ ڈیوٹی کر کے مال کما کر مردوں کو پالتی ہے۔اسی دوران اپنے مرد کی حیثیت مردانگی جو قرآن مجید نے'' اَلرِّجالُ قَوَّامُون عَلَی النِّساَءِ'' قانون کے ذریعے عطا کی ہیں۔اس کا بالکل لحاظ نہیں رکھتی ہے۔مرد بھی کچھ ایسے ہی زنانہ صفات کے، ڈھلے اور تلے اسی طرح کوڑھیا پن چال کے ہو گئے ہیں کہ بیوی کو کموانے کے لئے بھیج کر اپنی مردانگی کو عورت کے حکم کے موافق ڈر ڈر کر استعمال کرنے لگے ہیں۔

یعنی مال کی حرص نے کل معاشرت کی تشکیل کے الہی نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔جب اس کے سامنے ''مال'' اور محبت الہی'' دونوں جمع ہو کر آتے ہیں تو یہ حب الہی کو پیچھے کر کے مال کی محبت میں دیوانہ ہو جاتے ہیں۔اپنی اولادوں کو تعلیم بھی مال ہی کمانے کی نیت سے دیتے ہیں۔

الہی نظام شریعت کو حاصل کر کے اپنے پارٹس آف باڈی کو درست رکھیں گے اور تقوی و پرہیزگاری کو حاصل کر کے خود بھی نیک بنیں گے اور معاشرت کے نظام کو بھی اللہ کے حکم و چاہت کے موافق بنائیں گے۔بالکل خیال تک بلکہ احساس تک نہیں ہے۔یہ صورت حال گویا کہ اللہ کو چھوڑ کر اس غیر اللہ سے محبت کر کے شرکیہ عمل کا چلن کر لیا گیا ہے۔جس سے اللہ تعالی نے دوسرے پارہ کے چوتھی رکوع میں منع کر کے'' مال و محبت الہی میں سے اللہ سے محبت کرنے کے لئے حکم فرمایا تھا۔ارشاد ربانی ہے'' وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَندَادًا يُّحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ط کہ بہت سے لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دوستی کرتے ہیں اور انہی سے اس طرح سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ اسے اللہ سے محبت کرنی چاہئے تھی۔

حالانکہ مؤمن لوگ اللہ سے اول مرحلہ میں نہایت شدت کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔(یعنی یہ لوگ ابھی تک کلمہ پڑھ لینے کے بعد صرف مسلمان کے خانہ میں رہ رہے ہیں۔جبکہ انہیں محبت الٰہی میں غرق وشرابور ہوکر مؤنین کے خانہ میں آجانا چاہئے جونہایت شدت کے ساتھ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔مگر یہ مؤمن کی طرح بجائے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے غیر اللہ سے خصوصا مال سے محبت کرنے لگ گئے ہیں۔

اگر موجودہ دنیا کی حالت پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت ظاہر وباہر ہے کہ پوری دنیا ''مال'' ہی کی محبت میں مر رہی ہے۔آپس میں انتشار کئے فساد کا بازار گرم کررکھی ہے۔مال کمانے کی صورت میں اس حد تک گر چکی ہے کہ لوگ پلانگ کر کے انسانی جسم اور اس کے پارٹس کی تجارت کر رہا ہے۔کڈنی،آنکھ اور دیگر پارٹس کو خریدا اور بیچا جارہا ہے۔

معصوم کچھ لوگ خون لے دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی اور ایک دوسرے کی جان بچا کر نیکی کا کام کررہے ہیں۔مگر اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ اس سے ان کی ممکنہ طور پر صرف چندروزہ زندگی کے لئے وہ انسانی ڈاکٹر سے محض بھیک مانگ رہے ہیں۔حقیقت میں ان کے بدن کے پارٹس سے اور ان کے خون وجگر سے گیم کھلا جارہا ہے۔ان کے جسم اور اس کے پارٹس کی تجارت کر کے عالمی منڈی کو فروغ دیا جارہا ہے۔

مگر اس فروغ سے کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے۔بلکہ نسل کشی ہورہی ہے۔انسانی پارٹس کے احترام کے بجائے بے حرمتی ہورہی ہے۔ایک طبقہ خوب مال کما کما کر لوگوں کو بے وقوف بنارہا ہے۔دوسرا طبقہ خوب بے وقوف بنا جہنم کی سی زندگی گذارر ہاہے۔

علاوہ ازیں جو لوگ باحیات مال کی حرص میں کسی کمپنی یا کہیں بھی نوکری کر کے غلامی کو پسند کررہے ہیں۔اس سے ان کی مستورات غیر شرعی ماحول میں لوگوں کی آگ ودماغ اور خارجی طور پر تلذذ کے لئے زینت بھی بن کر آنکھ اور دماغ کا چوبیس گھنٹے زنا کے مرتکب ہوکر گناہوں کے پہاڑ بنارہے ہیں۔پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ عورتیں جب مال کمانے کو جاتی ہیں اور تنخواہ بھرپور پاتی ہے تو مرد سے محبت کا ایک خاص کنکشن ختم ہوکر ایسی انفرادی آزادی کی فضاء بن چکی ہے، جس سے فیملی پلانگ اور ایک خاندان وقبیلے کی تشکیل کی غرض ہی فوت ہوچکی ہے۔

جبکہ شادی کا اہم غرض ایک خاندان کی تشکیل ہوتی ہے۔لیکن نوکری پیشہ مال کے حریص لوگ نوکری کے ذریعے مال اور اس کے ذریعے بہتیرے خوابوں کی تکمیل کے چکر میں لڑکے،لڑکیاں، بچے،بچیاں،ماں،باپ،چچا،چچی،پھوپھا،پھوپھی،بہنو بھائی،چچیرے بھائی بہن وغیرہ کے خون کے رشتے آپس میں جڑ نہیں پارہے ہیں۔

خصوصا میاں بیوی کا ازدواجی جوڑ وتعلق درہم برہم ہوکر رہ گیاہ۔لڑکی مال کمانے کے غرور میں

شوہر کے بادشاہی حیثیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینک کر خود کو مرد کی طرح بلا احتیاج شوہر کے بصد شوق زندگی گذارنے کے لئے اسٹینڈ لے رہی ہے۔ مرد بھی اگر خدانخواستہ نوکری اور جوب میں ہے تو پھر اس کی بادشاہی صفت دوگنا ہو چکی ہوتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی کوئی اچھی بات بھی ماننے اور ایک دوسرے کے تابع ہو کر ایک اور نیک زندگی بسر کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ محض وقتی طور پر کبھی کبھار سیکسی ضرورت کو پورا کر لیتے ہیں۔

پھر نزاعی ماحول میں وقت گذرتا ہے۔ کبھی کھانا پکانے کے لئے۔ کبھی وقت پر کھانے کے لئے، کبھی مال ہی کے لئے، کبھی مال جمع کر کے گھر بنانے کے مشورہ میں تنازع پر، کبھی ایک دوسرے سے مال قرض لینے کے بعد ادائیگی میں تساہل وسستی کے سبب یا دھوکہ دے کر کوئی فریق دوسرے سے مال مانگ کر نہ دینے کی زبردستی اور دادا گیری کی وجہ سے اور خدانخواستہ ہنستے کھیلتے یا جھگڑا کرتے کرتے بیچ میں کباب میں ہڈی ''بچہ'' یا ''بچی'' بھی دنیا میں آگئے ہوں تو پھر کبھی بچی کو لے کر کہ بچہ کیوں نہیں دیا۔ اسی طرح کبھی بچہ ہی کو پکڑنے کے لئے کہ تم پکڑو تب فلاں کام کریں گے۔ کبھی جاب یعنی ڈیوٹی کے کام کو کرنے کے موقع سے ارجسٹ منٹ کے لئے ایک دوسرے کی بات کو ماننے نہ ماننے کے سبب گھر جنت کے بجائے جہنم خانہ بنا ہوا ہے۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے پیچھے کون سی چیز وجہ بنی ہوئی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نزاع کے اس درخت کی جڑ میں ''مال پتی'' ہی کا زہریلا پانی ڈالا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ہے ''مال'' کی محبت کا نتیجہ اور انسر!

کاش کہ! اگر مسلمان قوم الٰہی نظام کا فالو کرتے ہوئے احکامات دینیہ میں سے مال کے حکم پر بھی نارمل طریق سے سختی سے الٰہی محبت کے ساتھ عمل کرتی تو فسادی ماحول سے بچ کر پرسکون ماحول میں زندگی گذارتا خوشحال ہوتی!

مال نے محبت الٰہی سے روکا نہیں: تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے مال و جان نہیں محبت الٰہی میں شدید تر تھے تو ان کے لئے آگ بھی گل گلزار بن گئی۔ حضرت زکریا آڑے سے چیر دیئے گئے۔ مگر محبت الٰہی کی حرص کو نہیں چھوڑا۔ حضرت عیسیٰؑ قتل ہونے کے مومنٹ میں تھے مگر محبت الٰہی کی شدت کے سبب خود رب کائنات نے انہیں آسمان پہ اٹھالیا۔

حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کو آخر اپنے پالے ہوئے باپ فرعون ملعون سے مناظر کر کے مصر کو چھوڑ کر فلسطین چلے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کونسی محبت تھی۔ یہی محبت الٰہی تھی۔ جس نے انہیں ان کی مظلوم قوم ''اسرائیلی'' کو فرعون کے ظلم آخر کار آزاد کرا کر چھوڑا۔ انکے علاوہ تمام پیغمبروں نے الٰہی محبت ہی کے سبب پیغمبر ہو کر بھی دکھ تکلیف اٹھائے۔ جبکہ وہ لوگ بخشے بخشائے تھے۔ سب سے

اخیر میں رسول آخرالزماں مقصود کائنات ﷺ تن تنہا مشرکین مکہ کو شرک و بت پرستی اور بے حیائی کے دلدل سے آزاد کرا کر بہشت کی راہ دکھائی۔ اسی طرح حضرت نوح رمنو پیغمبرؑ نے اپنے رب کے حکم کے سامنے بیٹے کنعان کو آنکھوں کے سامنے ڈوبتے دیکھا مگر حکم ربانی کو نہیں توڑا۔

اللہ تعالیٰ نے دسویں پارہ کی نویں رکوع میں ارشاد فرماتیہ ہوئے اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے اپنے بندوں سے کہہ دینے کے لئے حکم فرمایا'' اِنَّ ابَــآئُکُـمْ وَ اَبْنَــآئُکُمْ وَ اِخْوانُکُمْ وَاَمْـوَاجُکُمْ وَعَشِیرَتُکُمْ ولاَموَالُ نِ اقْتَـرَفْتُـموُهَا وَ تِجارَةٌ تَخْشَونَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنَ تَـرضَونَهَا اَحَبُّ اِلَیکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِی سَبِیلِه فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰـهُ لَا یَهْـدِی الْـقَومَ الْفٰسِقِینَ ہ کہ اے میرے نبی ﷺ! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور جو مال تم نے کمایا ہے وہ مال اور تجارت جس کے مندا ہو جانے کا خوف کرتے رہتے ہو، اسی طرح تمہاری حویلیاں اور محلات جنہیں تم خوب پسند کرتے ہو ساری کی ساری تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں (جان و مال سے) جہاد کرنے زیادہ عزیز اور پیاری ہیں۔ تو سن لو اور دیکھو! ایسے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ نہیں دکھاتا ہے۔

اس لئے انسان کو اللہ سے محبت کے مقابلے میں مال یا اور کوئی خونی رشتے دار آڑے آئیں تو سبھوں کو چھوڑ چھاڑ کر محبت الٰہی میں غرق ہو جانا چاہئے۔ محبت الٰہی میں اپنے پیارے ۸؍لوگوں یعنی'' ماں، باپ۔ بیٹے، بیٹیاں۔ بھائی، بہن۔ بیویاں۔ برادری۔ مال۔ تجارت اور حویلیاں'' سبھوں کو پیچھے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ اشد حباللہ کا یہی تقاضا ہے۔

لیکن انسان مال کے حرص ولالچ میں کل کا کل مال ہڑپ جانے کو چاہتا ہے۔ کچھ لوگ تو جائز طور سے مال حاصل کرنے والوں پر بری نظر رکھتے ہی۔ وہ مال حاصل کرنے والے کی اصلیت و حقیقت کو نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے حصول مال پر اعترض خواہی مخواہی کر کے ان کی حیثیت عرفی کو خراب کرتے ہیں۔ اس طرح خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور جائز مال حاصل کرنے والے کو بھی بدنام کر کے ان کے ذریعے دینی تعلیم و تبلیغ میں زبردست طریقے سے رکاوٹ پیدا کر کے اپنے سر پر گناہ لادتے ہیں۔

صحیحین کے حوالے سے ''انوارالزکوۃ'' کتاب کے مؤلف نے حضرت ابو ذرؓ سے مروی حدیث اپنی کتاب کے ص؍۵۴۔۵۵؍ پر نقل کی ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کعبۃ کے پاس سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' هُمُ الأَخْسَرُونَ'' وَ رَبِّ الْکَعبَةِ'' کہ قسم ہے اس پروردگار عالم کی! وہ لوگ نہایت ہی گھاٹے میں ہیں۔ اس پر میں نے عرض کی 'فـــداك امـــی و ابـــی! کہ یارسول

اللہﷺ میرے ماں اور باپ پر آپ پر قربان!'' مَــنْ هُــمْ؟''! کہ وہ کون لوگ ہیں۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' هُمُ الْأَكْثَرُونَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ وَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ '' یعنی (خسارے میں وہ) وہ لوگ ہیں، جو بہت مال جمع کرنے والے ہیں۔لیکن مال کوخرچ کرنے والے نہیں ہیں۔ایسے بہت کم لوگ ہیں جو مال کوادھرادھر آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں!

معاشرہ میں ایسے بہت سے نرے بے وقوف ایسے ہیں جو ذاتی طور پر خون اور اپنائیت کے رشتے کو قتل کر کے چچیرے پھپھیروں اور سماج کے ان لوگوں سے جو اس کے اور اس کے گھرانے کے جانی دشمن ہیں محبت کر کے کانا پھونسی کرتے ہیں۔محبت کا انہیں جام پلاتے ہیں اور اپنے ہی سرپرست وخیرخواہ خونی لنک کے لوگوں سے دشمنی کر کے انہیں بدنام کرتے ہیں اور زیادہ تر اپنا ہی نقصان اٹھاتے ہیں۔بائیسویں پارہ کی پندرہویں رکوع میں الٰہی قانون کو پڑھتے کہ خالق کائنات نے ارشادفرمایا ہے'' يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ '' کہ !اے لوگو!تم درحقیقت اللہ تعالی ہی کا سراپامحتاج ہو۔وہی اللہ بے نیاز ہے۔جس کی تعریف کی گئی ہے''۔اسی طرح چوتھے پارہ کی تیرہویں رکوع کی آیت'' وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ '' کو سمجھتے تو یقین کرتے کہ''جو کچھ نعمتیں حاصل ہیں سبھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہیں''،تو''مال''کی طرف نظر نہیں کرتے۔بلکہ اتحاد واتفاق کی جڑ کومضبوط کرتے اور ایک دوسرے افرادانسانی کے حقوق کو قریب وبعید کے قاعدے کے موافق پہچان کر زندگی بسر کرتے۔محض ذاتی مفاد اور مالی فائدے اور سہولت کی غرض سے اپنوں کی خیرخواہی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے دشمنی اور دوسروں کی محبت سے عداوت والی انا پھونسی اور وسوسے کے سبب دشمنوں سے دیوثیت اور محبت کا جام نہ پلاتے اور صرف اور صرف اس آیت کے مطابق اپنے آپ کو اللہ کا محتاج سمجھ کر اسی کے قوانین کو جان جان کر عمل کرتے تو یہ ہر فولڈر کی حیثیت کو جانتے اور الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کو بھی سمجھتے کہ جو جتنا قریب ہوتا ہے۔اس کے ساتھ اتنی ہی قربت کے ساتھ الٰہی قوانین کے نظام کے مطابق دوستی کا ہاتھ بڑھا کر ایک فیملی کو تشکیل دیتے ہیں۔

اسی غرض سے اللہ تعالی نے محبت الٰہی کے ہی پیش نظر اپنے حکم'' وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ'' کے ذریعے حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کو اپنے''مال'' کو نیکیوں اور پرہیزگاریوں کے مواقع میں خرچ کرنا چاہئے۔ورنہ'' فَتَـرَبَّـصُـوا'' جملہ سے تنبیہ کردی کہ نافرمانوں کے لئے عذاب الٰہی گھات میں ہے۔جب پانی سر سے اونچا ہو جائے گا اور حکم الٰہی کے موافق چلن نہ رہا تو پھر اللہ تعالی نے فرمایا'' يَأتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ''،یعنی اللہ کی طرف سے ایسوں پر عذاب کے حکم کا نقارہ بج رہا ہے۔

پس جب حلال مال میں سے حقداروں کا حق دیا جائے گا تو مال حلال وطیب رہ جائے گا۔اب

اس میں سے جو کھایا جائے گا اور پاک پانی ولکوڑ میں سے جو پیا جائے گا تو اس ے بدن میں بننے والا خون پاک ہوگا۔ جب بدن میں پاک خون ہوگا تو اس کے اثرات پورے بدن پر اچھا پڑے گا اور انسان ہلکا پھلکا نیکی کی طرف لپکنے والا بنے گا کہ پاک مال بدن میں جانے سے انسان کا دماغ پاک ہوتا ہے اور اس کی فکر پاک ہوتی ہے۔ جس سے پاک ذات رب کائنات کی یاددہانی اور عالم ازل کے سبق اقرار وحدانیت کو یاد کر کے شرک سے بچ کر توحید کی راہ اختیار کرے گا۔

اسی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیحین میں ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فر مایا کہ اللہ تعالی حلال مال ہی قبول کرتا ہے۔ جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرتا ہے۔ اللہ تعالی اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لیتا ہے۔ اگر چہ وہ صدقہ ایک چھوارہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالی اس کو لے کر اضافہ انسان کے بچھے یا اونٹ پال کر بڑھانے کی طرح اس کے مال میں کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑ سے بھی وہ بڑا ہو جاتا ہے۔ صدقہ، خیرات اور زکوۃ دینے والوں کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان فرمایا کہ ''السخی قریب من اللّٰہ'' کہ سخی اللہ کی رحمت سے قریب ہے۔ قریب من الجنۃ وہ جنت سے قریب ہے۔ بعید من النار'' آگ سے دور ہے۔ اس کے بالمقابل بخیل کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ''والبخیل بعید من النار '' کہ بخیل آگ سے دور ہے۔ بعید من الجنۃ وہ جنت سے دور ہے۔ بعید من الناس وہ لوگوں سے بھی دور ہے۔ قریب من النار وہ جہنم سے بہت قریب ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ''وَ الجاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل '' کہ جاہل سخی بخیل عابد سے بہت پیارا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق سے مروی حدیث ترمذی شریف میں منقول ہے'' لا ی دخُلُ الجنۃ خَبٌّ وَّ لَا بَخِیلٌ وَّ لَا مَنَّانٌ '' کہ جنت میں مکار، بخیل اور احسان رکھنے والا نہیں جائے گا''۔ یہاں بخیل سے مراد زکوۃ نہ دینے والا ہے۔ منان سے مراد بلا وجہ شرعی شرعی رشتہ ناتا توڑنے والا ہے اور مسلمانوں سے محبت نہ رکھنے والا ہے۔

ابن ماجہ شریف میں ہے'' اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ الرَّبِ وَ تَدفَعُ مِیتَۃَ: السُّوءِ'' کہ بے شک صدقہ کرنا، اللہ تعالی کے غضب اور آگ کو بجھا دیتا ہے، اور برے طور سے مرنے کو دور کرتا ہے۔ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ رہتا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے گا ننگے پن پر، اللہ اس کو بہشت کا سبز لباس پہنائے گا جو مسلمان کسی مسلمان کو کھلائے بھوک پر اللہ اس کو بہشت کے میوے کھلائے گا جو مسلمان کسی مسلمان کو پلائے پیاس پر اللہ اس کو پلائے گا، رحیق مختوم شراب مہر کی ہوئی سے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ صدقہ ،خیرات اور زکوۃ چھپا کر دینا بہت اچھا

ہے۔فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھ کہ اے پروردگار! ہمارے! کیا کوئی چیز تیری مخلوقات سے سخت تر ہوا ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا'' اِبنُ آدمَ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِينِهٖ يُخفِيهَا مِنْ شِمَالِهٖ'' کہ فرزند آدم کا اس طرح صدقہ وخیرات کرنا کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو! یہ میری مخلوقات میں سخت تر ہے۔یعنی اس کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔اس کا بدلہ بہت جلد عنایت کرتا ہوں۔

زکوۃ و صدقات درجہ بلند کرتا ہے: حضرت ابو ہریرہؓ سے متفق علیہ حدیث قدسی منقول ہے کہ''اَنفِقْ یا بنَ آدمَ اُنفِقْ عَلَيْكَ'' کہ اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر،تو میں بھی تیرے لئے خرچ کروں گا''۔واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مال سے صدقہ کے بارے میں ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس کو مشکوۃ شریف میں نقل کی گئی ہے کہ'' ظِلُّ الْمُؤمِنِ يَومَ الْقِيٰمَةِ صَدَقَتُهٗ'' کہ سائبان کے دھوپ کی گرمی میں بچانے کی طرح صدقہ انسان کو قیامت کے دن قیامت کی گرمی سے سایہ کر پائے گا''۔

اسی عقیدہ کی پختگی کی وجہ سے مدینہ منورہ میں تمام انصار صحابہؓ سے مالدار صحابی حضرت ابوطلحہؓ نے مسجد نبوی کے قریب ہی ایک''بیروہا'' نامی نہایت پسندیدہ''بروہا'' نامی باغ کو جس میں اکثر حضور ﷺ بھی جایا کرتے تھے۔اللہ کے نام پر حضور ﷺ کے سامنے وقف کردی۔جسے حضور ﷺ نے اپنے غرباء میں تقسیم کردینے کے لئے حکم دے دیا۔حضور ﷺ کے واپس ابوطلحہؓ کے بنی اعمام اقرباء میں تقسیم کرنے کا حکم اس لئے تھا کہ وہ لوگ مستحقین مال تھے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنوں میں اگر غریب غرباء ہوں تو پہلے ان کی ضرورت کو پوری کرنا خواہ زکوۃ اور صدقات نافلہ سے بہتر ہے۔

حضرت علیؓ کا واقعہ: اس طرح مال خرچ کرنے سے مال کا موقع پر استعمال جائز طور سے بھی ہوتا ہے اور مال خرچ کرنے کا بدلہ دنیا وآخرت دونوں میں دس دس گنا ملتا ہے۔حضرت علیؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ ان کی بیوی حضرت سیدہ فاطمہؓ نے ایک انار کھانے کی خواہش کی۔آپؓ نے تین دن تین انار بازار سے کسی سے قرض لے کر آئے۔مگر راستے میں تینوں دن ایک فقیر نے رٹ لگایا کہ''اللہ کے راستے میں جو ایک انار دے گا۔اللہ تعالیٰ اسے دس انار عطا فرمائے گا۔حضرت علی نے تینوں دن اس فقیر کو تین انار دے دیئے۔تیسرے دن جب دروازہ بند کررہے تھے تو حضرت طلحہ تیس انار کا طشت سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت سے مال غنیمت کی تقسیم میں سے لے کر حاضر ہوئے۔حضرت علی نے اسے شمار کیا تو انتیس تھے۔تبا سے انہوں نے واپس کردی۔لیکن حضرت طلحہ کے آستین میں ایک انار لڑھک کر چلا گیا تھا۔پھر جب دوبارہ وہ لے کر آئے تو کہا کہ اب یہ تیس

ہیں۔تب حضرت علیؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ” مـن جـآءَ بالحسَنة فله عشر امثالها“ کہ جو ایک نیکی کرے گا تو اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔اس وجہ سے میں نے تین انار صدقہ کر کے تین نیکیاں کی تھی۔اس لئے صحیح حساب سے مجھے تیس انار ملنا تھا۔اب ٹھیک ہے۔

زکـوۃ دینے والا سخی نام پاتا ھے :پس صدقہ، خیرات اور زکوۃ کے احکامات ان لوگوں کے لئے ہیں جو مالدار ہیں۔مگر ان مالداروں کے مال میں جو اللہ تعالی نے غریبوں کے حقوق رکھے ہیں۔ان غریبوں کو ان کے حقوق ملنا چاہئے۔ایسے لوگ جو اللہ کے حکم کے مطابق ان کے دیے ہوئے مال میں سے غریبوں کے مقررہ حق دیدیتا ہے۔وہ سخی بھی نام پاتا ہے۔

سـخـی کا ایک واقعه : صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ایک زکوۃ نکالنے والے کسان کا واقعہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک موقع سے قحط سالی تھی۔بارش بند ہوگئی تھی۔ایسی حالت میں ایک شخص ایک جنگل کی سرزمین میں کھڑا تھا۔اچانک اس نے ابر کی طرف سے ایک آواز سنی۔۔کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ”فلاں شخص کے باغ کو پانی دے“۔اتنے میں بادل ایک طرف چل کر ایک پتھریلی زمین برسنے لگا۔بارش کا سارا پانی ایک نالے میں جمع ہوگیا۔جہاں سے پانی بہ کر ایک طرف کو جانے لگا۔یہ شخص پانی کے بہاؤ کی طرف چلنے لگا۔تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک شخص اپنے باغ میں اپنی بیلچی سے پانی کو موڑ رہا ہے۔اس شخص سے اس نے نام پوچھا۔اس باغبان نے وہی نام بتایا جو اس نے ابر کی آواز سے سنا تھا۔باغبان سے اس آدمی سے پوچھا کہ ”تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ پانی کے ساتھ چلنے والا شخص نے کہا میں نے ابھی جو ابر سے پانی برسا ہے۔اس میں سے ایک آواز میں نے سنتی تھی۔جس میں تمہارے باغ میں پانی برسانے کے لئے جو نام سنا ہے۔وہی تمہارا نام ہے۔اس لئے تمہارا نام پوچھا ہے۔خدا کی قسم تمہارا ہی نام میں نے سنا ہے۔بتاؤ! تم کیا نیکی کرتے ہو؟ کہ تمہاری اتنی بزرگی ہے۔اس باغبان نے کہا کچھ نہیں! بس اتنا ہے کہ اس باغ میں سے جو کچھ مجھے حاصل ہوتا ہے۔میں اس میں سے ایک تہائی اللہ کے لئے دیتا ہو۔پھر ایک تہائی اہل و عیال کو کھلاتا ہو۔اور ایک تہائی اسی کھیت میں لگا دیتا ہوں۔تب اس آدمی نے سمجھا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے اللہ محنت ضائع نہیں کرتا ہے۔

سچ ہے رب کائنات نے وعدہ کہے ” اَنَ لـلّٰـهَ لَا یُـضِیـعُ اَجـرَ الْمُحسِنِینَ“ کہ اللہ تعالی کسی احسان کرنے والے کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا ہے“۔

اب ایک سوال ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ بہت صدقات و خیرات کرتے رہتے ہیں۔مگر پھر بھی وہ مصائب میں گھرے رہتے ہیں! تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز آزما کر اور بہت جانچ پڑتال کے بعد لی جاتی ہے۔جب چیز بالکل سالم نکل آتی ہے تو پھر اس کی مناسب قیمت بھی لگتی ہے۔خریدنے والا بآسانی اسے مناسب دام میں اور کبھی اس سے بڑھ کر دام دے کر

خرید لیتا ہے۔

اسی طرح سونا، چاندی کے اندر چمک پیدا ہونے کے لئے انہیں آگ بھٹی میں تپا تپا کر لیموں کے کھٹے عرق میں رگڑ جاتا۔اسی طرح انسان اگر اللہ کے قریب ہو یہ چاہتا ہے کہ وہ جو دعا کرتا ہے۔جو دعائیں اور ضرورتیں پوری کرنی چاہتا ہے تو اسے پہلے اللہ کے نزدیک امتحان کے اس دور سے گذرنا ہوگا کہ جس سے اس کا دل خالص اللہ کے نور کی روشنی سے فائدہ حاصل کرنے کے لائق بنجائے۔نالائق چیز سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔اگر چاقو پر زنگ لگا ہوتا ہے تو اس سے کوئی چیز کٹتی نہیں۔قینچی پر زنگ لگ جانے سے اس سے کپڑا کٹتا نہیں ہے۔اگر چاقو کو پتھر پر رگڑ کر زنگ ختم کر کے اس کے دھار کو لطیف اور دھار دار بنادیں تو وہ چیزوں کو کاٹنے کے لائق بن جاتا ہے۔اسی طرح قینچی کو رگڑ رگڑ کر زنگ ہٹادی جاتی ہے تو پھر اس قینچی سے کپڑا آسانی کے ساتھ کاٹا جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ قیمتی اور قابل استعمال اور کسی کے ہاتھ محبوب بننے کے لئے پہلے ''پٹنا اور مار کھا کھا کر محبوب بننے کے لائق بنا جاتا ہے''۔

اسی طرح سونا و چاندی اگر گندہ ہوں تو عورت کی زینت میں دھبہ اور قابل اعتراض ہوتے ہیں۔جب انہیں آگ میں تپا کر کھٹے لیموں کے عرق میں رگڑ دیا جاتا ہے۔جس رگڑ کی مصیبت کو سہ کر اور برداشت کر کے سونا چاندی باہر آتے ہیں تو اس کے اندر چمک وشفافیت اتنی ہوتی ہے کہ زینت بننے کے لائق بن جاتے ہیں اور انہیں عورتیں استعمال کرتی اور قدر کرتی ہیں۔

اسی طرح انسان کا خیال وتصورات اور دل کا حال ہے۔اس کا دل جب گندہ اور بدعملی کے سبب سیاہ ہوتا ہے تو اس کے اور خدائے تعالی کے درمیان گناہ کی دیوار حائل ہوتی ہے۔پھر لاکھ دعاء کرے اللہ رب العزت کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی ہے۔لیکن جب وہ مصیبت کے دلدل میں پھنس کر صبر وتحمل کی گولی کھا کھا کر اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے۔تکلیف کی رگڑ سے رگڑاتے وقت صبر کر کے خالص اللہ تعالی کے حکم پر عمل کرتا ہے۔ مالدار پنی مالداری کے سبب خدا ئے حکم کے موافق زکوۃ نکال کر اپنے دل کو صبر دیتا اور خدا ے زیادہ آنے کی امید لگا کر شکر ادا کرتا ہے۔

اسی طرح غریب اپنی غریبی پر صبر کر کے خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے اور مالداروں کے مال میں جتنے حقوق اس کے مقرر ہیں۔اتنے ہی لیتا ہے۔اس سے زائد نہیں لیتا! اپنے متعینہ حکم پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی کے امتحان میں ایسے مالدار اور ایسے غریب دونوں پاس ہو جاتے ہیں۔پھر وہ جو دعائیں کرتا ہے۔جو چاہتے ہیں غیبی طور پر اللہ تعالی فرشتوں کے ذریعے اسے عطا کرتا ہے۔

چونکہ باغبان اپنے باغ میں سے اللہ کے حکم کے مطابق مقرر کردہ فریضہ اللہ کے راستے میں دے دیتا تھا۔اس لئے اللہ تعالی اس کے دیئے ہوئے عطیہ سے زائد عطا کیا اور جس وقت لوگ

بارش کے لئے اوراس سے کھیتی اور باغبانی کرنے کے لئے ترس رہے تھے۔ایسے موقع سے اس کے باغ کی طرف اللہ عالی نے خصوصی بارش برسا کر اسے اناج و غلے سے مالا مال کر دیا۔

اسی لئے اللہ تعالی نیک بندوں کو زیادہ آزماتے ہیں۔ پھر آپ کو معلوم ہو گیا کہ اسے آزمائش کبھی جان سے، خوف سے، پھلوں سے، مال کی زیادتی سے اور اس کی کمی سے، ان کے علاوہ مختلف طریقوں سے اور حالات سے دوچار و پریشان کر کے آزماتا ہے کہ میرا بندہ عالم ازل کے وعدہ پر قائم ہے یا نہیں۔امیری، غریبی، فقیری، ہر حال میں مجھے یاد کرتا ہے اور مجھ ہی کو رب مان کر اپنی ضرورت کے لئے مجھ ہی سے مانگتا اور میری ہی عبادت و بندگی کرتا ہے یا دنیا کی مصیبتوں کے دلدل میں گھبرا کر سامنے جو ہیکل اور بارعب مخلوق نظر آتی ہے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر مخلوق کی بندگی کرنے لگتا ہے۔

جب بندہ ہر حال میں اللہ والا نکلتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ہر ضرورت کے لئے ضروری اسباب مہیا کر دیتا ہے۔یاد رکھئے! یہ دنیا ہے۔اس میں چیز کا وجود اسباب پر ہی موقوف ہے۔جب بندہ ہر حال میں اللہ والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کی ضرورت کی تکمیل کے لئے مناسب اسباب پیدا فرشتوں کے ذریعے پیدا کر دیتے ہیں۔جن سے ان کی ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔انسان سمجھتا ہے کہ فلاں کام فلاں سبب کے اختیار کرنے سے ہوا ہے۔حالانکہ اس کے اس کام کے لئے جو سبب لگا ہے وہ سبب اس کی نیکی کے بدل اللہ نے مہیا کی ہیں۔

اس لئے بندے کو خالص متقی پرہیز گار اور اللہ والا بن کر توکل علی اللہ کرنا چاہئے۔اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، کام کے وجود کے لئے اس کے مناسب اسباب کو اختیار کرنا چاہئے۔اللہ تعالی غیب سے اسباب مہا کر کے اس کا کام بنا دے گا۔

آج کل مالدار اپنے مال کے غرور میں غریبوں کو نظر پہ نہیں چڑھاتا ہے۔ان کو جھڑک دیتا ہے۔برا بھلا اور کٹھی باتیں سناتا ہے۔یاد رہے کہ جس اللہ نے اس کے پاس مال دیا ہے۔اس کے لئے مال کو ختم کرنا ایک لہجہ کافی ہے۔فرعون، ہامان، شداد، نمرود، سکندر اعظم اور بڑے بڑے سورما دنیا سے چل بسے۔سب خالی ہاتھ گئے۔ان کے پاس بہت کچھ تھا۔قوم ثمود جیسی طاقت وار قوم تو دنیا میں نہ کبھی پیدا ہو گی نا ہی پہلے پیدا ہوئی تھی۔

خود اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس قوم کی قوت اور اس کے ہاتھوں بنائی ہوئی عمارتوں کی تعریف کی ہیں'' ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد'' کہ بڑے بڑے ستونوں والی قوم کہ اس جیسی قوم دنیا میں پیدا نہیں ہوئی اور ان کی تیار کردہ پہاڑوں میں تراشی عمارتیں دوبارہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔مگر وہ سب غرق خاک ہو گئیں۔باقی ذات اللہ کی باقی ہے اور باقی رہے گی۔اس لئے مالداروں کو اپنے مال پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہئے۔ان کے پاس جو امانتیں

رب کائنات نے دی ہیں ہیں۔ان کے اندر جو احکامات اللہ نے دیئے ہیں۔ان پر عمل کرتے ہوئے باغبان کی طرح غریبوں کا حق نکال دینا چاہئے۔اللہ اس کے مال میں غیب سے بڑھوتری کرے گا۔ورنہ بربادی مقدر ہے۔

مغرور مالدار کا حال! بخاری اور مسلم شریف میں تین بنی اسرائیلیوں کا واقعہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ایک کوڑھی تھا۔دوسرا گنجا تھا۔تیسرا اندھا تھا۔اللہ تعالی نے ان تینوں کو آزمانا چاہا کہ یہ نعمتوں پر شکر اور اس کے چھنے ہونے پر صبر کرتے ہیں یا نہیں!

چنانچہ انکی طرف ایک فرشتہ کو فقیر بنا کر مانگنے کے لئے بھیجا!! سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آکر فرشتہ نے کہا کہ تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پیاری ہے۔کوڑھی نے کہا ''لـون حسـن ''اچھا رنگ وجلد حسن یعنی اچھا چمڑا اور'' یذهب عني الذي قد قذر ني الناس ''یعنی یہ دور جائے مجھ سے وہ چیز کہ گھن کرتے ہیں مجھ سے لوگ!

فرشتہ نے اس کوڑھی پر ہاتھ پھیرا تو اس کا کوڑھ پن ختم ہو کر اچھی جلد والا ہو گیا۔رنگ خوب نکھر گیا۔اس کے بعد فرشتہ نے پوچھا اب بتا تجھے کون سا مال پسند ہے؟ تو اس شخص نے کہا ''اونٹ''! اللہ تعالی نے اسے حاملہ اونٹ دے کر فرشتے نے برکت کی دعا کی اور چل دیا۔

اس کے بعد فرشتہ چل کر گنجے کے پاس آکر کہا تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ گنجے نے کہا کہ'' شعرٌ حسن'' کہ اچھے بال!'' يذهب عني الذ ی قد قذر ني الناس'' یعنی یہ دور ہو جائے مجھ سے وہ چیز کہ گھن کرتے ہیں مجھ سے لوگ!

فرشتہ نے اس ے سر پہ ہاتھ پھیرا تو وہ اچھا بال والا ہو گیا۔پھر فرشتہ نے گنجے شخص سے پوچھا کہ تجھے مال میں کیا پسند ہے؟ تو اس نے کہا'' گائے''! فرشتہ نے اس کے حق میں گائے کے لئے دعا کی تو اللہ تعالی نے اسے حاملہ گائے عطا کر دی، جس سے وہ مالدار ہو گیا۔

اس کے بعد فرشتہ چل کر اندھے کے پاس آکر پوچھا کہ تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ تو اندھے نے جواب دیا اللہ مجھے بینائی دے دے تو یہ مجھے بہت پسند ہے۔فرشتہ نے اس کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی درست ہو گئی۔پھر فرشتہ نے اندھے سے پوچھا کہ کون سا مال تجھے پسند ہے؟ اندھے نے کہا کہ مجھے بکریاں پسند ہے۔چنانچہ اس کے لئے دعا کر دی گئی اور اسے بکری مل گئی۔اس کے کچھ دنوں بعد کوڑھی، گنجا اور اندھا تینوں بہت مالدار ہو گئے۔ایک ایک جنگل تینوں نے اپنے مالوں سے قبضہ کر لی۔

کوڑھی ، گنجے اور اندھے تینوں کی آزمائش: اب اللہ تعالی نے کوڑھی، گنجے اور اندھے تینوں کی آزمائش کی۔امتحان لیا۔چنانچہ وہ فرشتہ پھر انسانی شکل میں

پہلے کوڑھی ے پاس جا کر کہا کہ میں ایک مسکین مرد ہوں۔سفر میں میرا مال واسباب ختم ہو گئے ہیں۔منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے تو مجھے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹ اس ذات کے نام پر دے جس نے تجھے یہ مال ودولت عطا کی ہیں۔کوڑھی نے جھوٹ بولتے ہوئے'' الحقوق کثیر'' اونٹ میں بہت سارے حقوق ہیں۔ تجھے ایک اونٹ نہیں مل سکتی ہے'' کہ کرٹال دی اور فرشتہ فقیر کو اونٹ نہیں دیا۔فرشتہ نے کہا میں تجھے پہچانتا ہوں ۔کیا تو کوڑھی نہیں تھا۔تجھ سے لوگ گھن نہیں کرتے تھے۔اسی طرح تو محتاج بھی تھا پھر اللہ تعالی نے تجھے صحت اور مال دونوں عطا نہیں کی۔کوڑھی نے جواب دیا کہ اے! مال تو باپ دادا سے مجھے ورثہ میں ملا ہے۔فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالی تجھے اسی حالت میں پھیر دے جس حالت میں پہلے تو تھا۔یعنی کوڑھی پھر سے بنا دے!

اس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آ کر اللہ کے نام پر مال مانگا۔اس گنجے نے بھی کوڑھی کی طرح ہی جواب دے کر دینے سے انکار کر دی تو فرشتہ نے اس کے حق میں بھی بد دعا کر دی کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت ہی میں لوٹا دے۔اس کے بعد اندھے کے پاس فرشتہ آ کر اللہ کے نام پر ایک بکری طلب کیا۔اندھے نے کہا بیشک بیشک! میں اندھا تھا۔اللہ تعالی نے اپنے فضل ے مجھے بینائی دی اور غریب بھی تھا تو اس نے مال بھی عطا کی۔اے فقیر! لے جا تو جس بکری پسند کرتا ہے۔اس ریوڑ میں سے لے ل! فرشتہ نے کہا! اپنا مال اور بکریاں تو اپنے پاس رکھ! اللہ تعالی نے تجھے آزمایا ہے کہ تو اپنا حال یاد رکھتے ہوئے اللہ تعالی کا شکر کرتا ہے یا نہیں! اللہ نے تجھ پر فضل یا۔تو نے اللہ کا شکر کیا۔اللہ تجھ سے راضی ہے اور تیرے دونوں دوستوں یعنی کوڑھی اور گنجے سے ناراض ہیں۔پھر وہ دونوں اپنی حالت میں لوٹ آئے،اور اندھا خوشحال شاکر وصابر زندگی گذارتا رہا۔

دیکھئے! تمام نعمتیں اللہ تعالی ہی کی طرف سے ملتی ہیں۔انسان تو کچھ بھی نہیں ہے۔اللہ تعالی اس کے نیک عمل کے سبب اسے عطا کرتا ہے اور اس کے برے عمل کے سبب اسے برباد اور کنگال کرتا ہے۔قرآن مجید کے بائیسویں پارہ میں پندرہویں رکوع میں اس کا صاف اعلان خود خدائے تعالی نے کردی ہیں'' یَـٰٓأَیُّهَاالناس اَنْتُم الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ج وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیدُ ''ہ کہ اے لوگو! تم یقیناً ہمیشہ اللہ تعالی کا محتاج (وناتواں) ہو۔وہی اللہ ہیں جو غنی اور قابل تعریف ہیں''۔

اسی طرح سے چودہویں پارہ کی تیرہویں رکوع میں ارشاد ربانی ہے''وَ مَا بِکُمْ مِّنْ نِمَةٍ فَمِنَ اللّٰہِ ''ہ کہ''جو کچھ بھی (سونا،چاندی،کھیت کھلیان،بنگلے کوٹھے،محلات،زمینیں،مویشیاں،کھانے پینے کی چیزیں اور برتنے کی چیزیں،گاڑیاں،وغیرہ وغیرہ،اے انسان) تیرے پاس ہیں۔سبھی اللہ ہی کی طرف سے نعمت بطور امانت ہیں۔

اس آیت کو بار بار پڑھ کر انسان کو اپنی حقیقت وحیثیت کو یاد رکھنا چاہئے اور''مال'' کی جو امانت

اس کے پاس اللہ تعالی نے عطا کی ہیں۔ سبھی انسان کی حالت کی درستگی اور اس کے بگاڑ کے لئے فتنہ اور آمائش کے طور پر اسے عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے فقیروں کو اپنی حالت پر صبر کرتے ہوئے اللہ کے حکم کی فرماں برداری کرنی چاہیئے! اور ضرورت پر مالداروں کے پاس سے حسن سلوک سے اپنے حق کو وصول اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے یعنی اگر مستحق ہے تو کر لینا چاہئے۔ غیر اللہ کی راہ اس میں انہیں اختیار نہیں کرنی چاہیئے نا ہی زندگی بطر مانگ مانگ کر اور مانگنے ہی کو پیشہ بنا کر اپنی فقیری کی حالت کو بد سے بدتر کر لینا چاہیئے۔ بلکہ ایک بار دو بار اور کئی بار جب تک کہ حالت درست نہ ہو جائے حکم الٰہی کے موافق مانگ کر اس ذلت والے راستے سے ہٹ کر دینے والا بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اسی طرح مالداروں کو بھی فقیر کے حقوق کو اللہ کے حکم کے موافق دے کر اپنی مالداری پر شکر کرنا چاہیئے۔ تکبر و غرور اور رعبداری نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ ''مال'' میں سے اللہ کے حکم کے موافق غریبوں کا حصہ نکال کر دے دینا چاہیئے۔ اس عمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل و اطاعت بھی ہو جاتی ہے۔ غریبوں کا حق بھی مل جاتا ہے۔ انسانوں سے ہمدردی کا اظہار بھی ہو جاتا ہے نیز ایک نیک معاشرت کا وجود اتحاد و اتفاق کے ساتھ ہوتا ہے جو مقصود ہے۔

لیکن آج کل بہتیرے مالدار مال کو امانت الٰہی نہیں سمجھ کر اپنی اور اپنے باپ دادا کی میراث جان کر اتراتے ہیں۔ غریبوں کے حقوق دینے کا خیال تک نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے دیالو اور لٹانے والے ایسے بھی بے عقلے ہیں کہ وہ خرچ کے صحیح مقام کو سمجھے بغیر مال کو محنت سے کما کما کر بے جا جگہوں پر محض لٹاتے رہتے ہیں اور جہاں خرچ کرنا چاہیئے وہاں قانون بگھارتے ہیں۔ بہت سے گھر کے لوگ فاقہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بھوک مرتے ہیں۔ مگر وہ ان کو نہیں دیتے ہیں اور جہاں خرچ نہیں کرنا چاہیئے۔ وہاں اور باہر اسراف کرتے ہیں۔ پڑوسیوں کو قربانی کا گوشت تک نہیں کھلاتے ہیں! کل بڑھ کر جاتے ہیں۔ نام کے لئے راہ چلتوں اور مال کمانے والے ہٹے کٹھے اور مال کے حریصوں سے موقع پر کام لینے اور نام کمانے کے لئے انہیں سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس رخ میں بھی تعلیم و تربیت کی ہیں۔

الاسلام کتاب حصہ اول رص:۱۷۸ر پر مؤلف نے حضور ﷺ کی حدیث نقل کی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو آسودگی کے ساتھ ہو اور پہلے اس کو دے جس کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ دوسرے موقع سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کی راہ میں دے۔ کسی کی گردن چھڑانے میں یعنی قرض کی ادائیگی میں یا غلام آزاد کرنے میں (آج کل جیلوں سے کسی کو رہائی کرانے میں) خرچ کرے۔ مسکین کو دے اور اپنے گھر والوں کو دے تو ان سب میں اس مال کا زیادہ ثواب ملے گا، جس کو تو نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہے۔ ایک چوتھے موقع پر

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بال بچوں پر خرچ کرنا، جہاد کے لئے جانور پالنے اور اپنے دوستوں کیلئے خرچ کرنے تمام خرچوں سے بہتر ہے۔ البتہ اہل خانہ اور قریبی رشتے داروں میں صدقات نافلہ دینا چاہئے یا پھر تحائف دینے چاہئے۔ زکوۃ وفطرے کی رقم صرف بحکم الٰہی مقررہ مستحقین ہی کو دینا چاہئے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ یہاں پر تو یہ سمجھانا ہے کہ بہت سے مالدار مال رکھ کر کنجوسی کرتے ہیں اور بہت سے مالدار اسراف کرتے ہیں۔ جبکہ ہر عمل بشمول زکوۃ وصدقات نکالنے کے عمل کے بھی راہ اعتدال اختیار کرنا چاہئے۔

آج کل یہ بھی قابل افسوس اور نہایت تعجب خیز ہے کہ بہت سے بلکہ اکثر فقیر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جو بے جا سیٹھی اور تکبر کرتے ہیں۔ عبادت الٰہی سے کوسوں دور رہ کر صرف اور صرف مانگنے کو پیشہ بنا کر پوری زندگی فقیر ہی بن کر بس جانوروں کی طرح صرف جینا جانتے ہیں۔ حالانکہ اس فقیری اس کے لئے آزمائش ہے۔ اصل تو بندۂ الٰہی ہونے کی وجہ سے اسے رب کو خوش کرنے کا کام ہے۔ لیکن فقیر لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے فقیر ایسے بھی ہیں جو دھوکہ اور فراڈ کر کے مانگتے ہیں۔ بہت سے لوگ اسے پیشہ بنا کر بظاہر فقیر بنے ہیں۔ مگر وہ اسی لائن سے بہت سے مالداروں اور متوسط درجے کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ بہت سے اچھے کھاتے پیتے لوگ مانگنے کی راہ کو اختیار کر کے اور مدارس وغیرہ کی رسیدوں کو لے کر دھوکہ اور فراڈ کر کے ناجائز طریقے سے پیسے وصول کر کے صرف اپنا اور اپنے اہل خانہ کے پیٹ کو پال کر ذاتی خواہشات کی تکمیل کر رہے ہیں۔

یاد رکھئے! ایسے لوگ عنداللہ مبغوض ہیں۔ غریبوں میں سے ایسے لوگ جو غریب بھی ہیں اور نا قابل رحم بلکہ سزا کے لائق ہیں۔ ایسے ہی بدنصیب لوگ ہیں۔ ان کے بارے میں کتاب وسنت میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

آج کل بہت سے غریب ایسے ہیں جن کو ان کے حقوق تو ملتے نہیں ہیں۔ مگر جو غریب نہیں! بلکہ اچھے خاصے لوگ متوسط درجے کے کھاتے پیتے ہیں۔ مگر پھر بھی محض مال کمانے اور اس کے بڑھانے کی غرض سے مانگنے کی عادت اور پیشہ بنا لئے ہیں۔ ایسے مانگنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول ﷺ نے بہت وعیدیں سنائی ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم شریف میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے محض مال کی کثرت و بہتات کیلئے مانگتا پھرتا ہے۔ وہ خواہ چاہے وہ کم مانگے یا زیادہ مانگیں۔ بس اپنے لئے آگ کا انگارہ مانگتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث بخاری و مسلم شریف میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے۔ قیامت کے دن وہ اس حال میں

حاضر ہوگا کہ اس کے بدن اور منہ پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہوگی۔

صحیحین ہی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت میں کہا ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا'' اَلیَدُ العُلیَا خَیرٌ مِّنْ یَدِ السُّفلٰی والیدُ العُلیَا هِیَ المُنفِقَةُ وَالسُفلٰی هِیَ السَّائِلةُ '' کہ اونچا ہاتھ بہتر ہے نیچے سے اور اونچا ہاتھ خرچ کرنے اولا ہے نیچا ہاتھ مانگنے والا ہے''۔

صحیح مسلم شریف میں حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے بعض صحابہؓ سے نہ مانگنے کے لئے بیعت لی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ گھوڑے سے کوڑا اگر جاتا تو اسے بھی نہیں کہتے کہ اسے پکڑادو!

حضورﷺ نے کمانے کا سبق سکھایا: اس لئے حضورﷺ نے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ لوگوں کو صرف مال کی حرص کے لئے اور کمانے کے لئے مانگنے کو پیشہ بنائے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ رسی لے اور کلہاڑا لے کر لکڑیاں کاٹ کر اپنی پیٹھ پر اس کا گٹھا باندلادے اور بازار جاکر فروخت کر کے جائز رقم حاصل کر کے اپنی زندگی گذارے۔

حضرت انسؓ سے ابوداؤد شریف میں حدیث منقول ہے کہ حضورﷺ کے پاس ایک انصاری صحابی آکر کچھ مانگا تو آپﷺ نے ان سے کہا کہ تیرے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا بس ایک کمی یعنی چادر ہے، جسے کچھ زمین پر نیچے بچاتا ہوں اور اسی کے کچھ حصے کو میں اوڑھتا ہوں۔ اسی طرح ایک پیالہ ہے کہ پانی پینے کے لئے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ جاؤ! لے کر آجاؤ! حضورﷺ کے حکم پر انصاری صحابی ان دونوں چیزوں کو لے آیا۔ اس کے بعد حضورﷺ نے صحابہؓ سے خطاب کر کے فرمایا'' مَنْ یَّشتَرِی هٰذَ ین'' کہ ان دوں چیزوں کو کون خریدے گا؟ یعنی موجودہ دور کے حساب سے کہئے بولی لگائی! ایک نے کہا میں اسے ایک درہم میں خریدنا چاہتا ہوں۔ آپﷺ نے فرمایا'' مَنْ یَّزِیدُ ؟ کہ اس سے اور زیادہ میں کوئی خریدے گا؟ ایک دوسرے صحابی نے کہا۔ میں اسے دو درہم میں خریدتا ہوں۔ آپﷺ نے دو درہم والے کو وہ دونوں چیزیں یعنی کمبل اور پیالہ دے کر، دو، درہم لے کر انصاریؓ صحابی کو دے کر فرمایا کہ اب جاؤ! ایک درہم کا غلہ خرید کر اپنے اہل کو دے دو۔ ایک درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ انصاری صحابیؓ نے ایسا ہی کیا اور کلہاڑی خرید کر حضورﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ تب حضورﷺ نے اس میں خوب مضبوط لکڑی ٹھوکی اور انصاری کو دے کر کہا جاؤ! جنگل میں اس سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر جمع کرو اور بیچو! اور پندرہ دنوں بعد مجھے نظر آؤ! پندرہ دنوں بعد جب وہ شخص حضورﷺ کے پاس آیا تو اس وقت اسکے ہاتھ میں دس درم تھے۔ جس سے اس نے غلے اور کپڑے خریدے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ محنت ومزدوری کرنی تیرے لئے دوسرے سے مانگنے اور سوال کرے ذلیل ہونے سے بہتر ہے۔

تین آدمیوں کو مانگنا جائز ہے: اس کے بعد حضورﷺ نے فرمایا کہ صرف

تین آدمیوں کے لئے مانگنا جائز ہے۔ایک وہ کہ جسے محتاجی نے زمین پہ ڈال رکھا ہو۔دوسرے قرضدار کہ قرض کے بوجھ نے اس کو رسوا کر دیا ہو۔تیسرے وہ کہ جس پر قصاص کی دیت دینی لازم ہوگئی ہو۔

لیکن یاد رہے کہ مانگنے میں بھی شریعت کا قانون ملحوظ رہے۔ ہر چیز کا کنکشن ضرورت پر ہے۔جتنی اور جس طرح کی ضرورت ہو۔اسی کے بقدر اچھے طریقے سے مانگنا حرام نہیں شریعت کا حکم ہے۔بعض سائلوں میں سوال بار بار کرنے کی عادت ہوتی ہے۔اسی طرح وہ اڑ کر سامنے والوں کو مجبور کرتے ہیں۔جبکہ سامنے والے کے پاس دینے کے لئے گنجائش نہیں ہوتی ہے۔خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مانگنے میں ضد نہ کیا کرو۔

حکیم ابن حزام سے روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو مانگا تو حضور ﷺ نے انہیں دے دی۔حکیم بن حزان نے پھر مانگا تو حضرﷺ نے اس بار بھی دے دی۔لیکن ساتھ ہی تاکید بھی فرمادی کہاے حکیم! سوال کرنے میں بھی قناعت ملحوظ رہےتو برکت ہوتی ہے۔لالچ میں برکت نہیں ہوتی۔پھر مثال دی کہ یہ ایسا ہے کہ کھانا کھاتے جاؤ اور سیری نہ ہو۔اوپر کا ہاتھ نیچے سے بہتر ہے۔حکیم کو تنبیہ ہوئی تو پھر اس کے بعد انہوں نے زندگی بھر کسی سے کچھ نہ مانگا۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک انصارؓ نے آنحضرت ﷺ سے کچھ مانگا۔آپ ﷺ نے دے دی۔اس نے پھر مانگا۔پھر یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا۔خرچ ہو گیا۔تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔میرے پاس جہاں تک ہوگا۔میں تم سے دریغ نہ کروں گا۔لیکن جو شخص سوال سے بچتا ہے۔خدا بھی اس کو بچائے رکھتا ہے،اور قناعت کرنے والوں کو خدا بے پروا کر دیتا ہے۔خدا اس کو فی الواقع بے پروا،اور صابر کر دیتا ہے،جو بے رہتا ہے اور صبر کی خواہش رکھتا ہے۔کوئی بخشش صبر سے بہتر اور فراخ تر کسی کو نہیں دی گئی ہے۔اس سے یہی ظاہر ہے کہ مانگنا معیوب ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ حضور ﷺ نے انصاری صحابیؓ کو ان کے بار مانگنے پر دوبارہ مانگنے کا راستہ ہی بند کر دی اور مال کو جائز اور محنت سے حاصل کرنے کے لئے باضابطہ انتظام کر دیا۔اس لئے وہ لوگ صرف مال حاصل کرنے کے لئے بجائے محنت کرنے کےصرف مانگنے کو پیشہ بنا لئے ہیں۔وہ شرعا قوم کے اندر معاشرت کو بھیک منگے لوگوں کو پیدا کر رہے ہیں اور لوگوں کے سامنے ذلیل کر رہے ہیں۔

اس لئے مانگنے والے لوگ صرف مال کی حرص و لالچ میں حضور ﷺ نے جو شریعت لائی ہیں۔ان کو اپنی مرضی کے تابع نہ کریں۔ یہ من موجی اسلام اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔پھر جب اسلام کے فولڈر میں رہنے والا جب اسلامی حکم کے خلاف رہ کر عنداللہ بھی مبغوض رہے اور

مانگ مانگ خود کو بھی ذلیل کرے۔کون سی عقلمندی ہے۔انسان کو پیسہ ہو یا نہ اسے محض دین اسلام کے قوانین اور کتاب وسنت کے ہی تابع رہنا چاہئے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا'' لَا یُؤمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُونَ هَوَاهُ تَبعًا لِّمَا جِئتُ بِه'' کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا ہے۔جب تک کہ وہ اپنی خواہش کے تقاضوں کو میری لائی ہوئی شریعت یعنی کتاب وسنت کے مکمل تابع نہ کردے! پس ہر انسان کو خواہ وہ غریبی کی حالت میں ہو یا کہ امیری کی حالت میں! اسے اپنے رب سے خوف کھاتے ہوئے صرف اور صرف رب تعالی کی تخلیق کے مقصد ''عبادت'' اور انکے حکم کی ''اطاعت'' کا خیال رکھنا چاہئے۔غریب لوگ اگر واقعی غریب ہیں تو اللہ کے حکم کے موافق عزت کے ساتھ مالداروں کے مال میں سے وصول کریں۔یہ ان کا حق ہے۔اس میں ذلت نہیں۔

زکوہ مالداروں کا میل ہے۔جس کے نکالنے سے اس کا مال پاک ہوجاتاہے۔: صحیح مسلم شریف میں عبدالمطلب بن ربیعہؓ سے مروی حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے'' اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوسَاخُ النَّاسِ وَ اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ'' کہ صدقات یعنی زکوۃ لوگوں کے میل ہیں لوگوں کے اور وہ نہیں حلال واسطے محمد ﷺ کے اور نہ اولاد محمد ﷺ کے''۔

پس مال میں جب تک غریبوں کا حق موجود رہتا ہے۔حرام اور ناپاک رہتا ہے۔جس طرح کپڑا وقت پر نہیں دھونے سے گندہ ہوجاتا ہے۔اسی طرح بدن وقت پر غسل نہ کرنے سے بدبودار اور گندہ ہوجاتا ہے۔لوگ۔گھن کرنے لگتے ہیں۔اسی طرح مال کو بھی حکم الہی کے موافق غریبوں کا حق نہیں نکالنے سے گندہ اور بدبودار اور گھن والا بن جاتا ہے۔

لیکن جب انسان میل کو بدن سے دور کرتا ہے تو بدن صاف ہوجاتا ہے،اور جس طرح کپڑا صاف کرلیتا ہے تو کپڑا صاف و پاک ہوجاتا ہے۔اسی طرح مال والا مال میں غریبوں کے متعینہ حق نکال کردیدیتے ہیں تو اس کا مال صاف ستھرا ہوجاتا ہے۔

زکوہ سے فوائد: اس کے برخلاف مشکوۃ شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت میں ہے'' مَا خَالَطَتِ الزَّکٰوۃُ مَا لَا قَطُّ اِلَّا اَهْلَکَتْهُ'' کہ زکوۃ جب کسی مال میں مل جاتا ہے تو اس مال کو وہ حرام کردیتی ہے''۔اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی حدیث مشکوۃ شریف میں ہی ہے'' بَا دِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَآءَ لَا یَتَخَطَّاهَا'' کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ یعنی زکوۃ وخیرات دینے میں جلدی کرو! اس لئے کہ اس سے یقینی طور پر بلائیں دور ہوتی ہیں''۔

اسی لئے جو مالدار اور صاحب نصاب ہیں۔ ان کو لازمی طور پراللہ تعالی نے اپنے پیغمبرﷺ کے ذریعہ قرآن مجید کے گیارہویں پارہ کی دوسری رکوع میں حکم دیا" خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ہ کہ اے پیغمبرﷺ! آپ ان مالداروں کے مالوں میں سے"زکوۃ" وصول کرکے ان کے مالوں کو پاک وصاف کرو! اوران کے لئے اللہ(مجھ) سے دعاء بھی کرو۔تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہے، اوراللہ تعالی سنتا ہے اورسب کچھ جانتا بھی ہے۔

اللہ کے حکم" خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِم" سے معلوم ہوگیا کہ"زکوۃ" سے مال پاک وصاف ہوجاتا ہے۔انسانوں کو اللہ تعالی نے دوسرے پارہ کی پانچویں رکوع میں پاک مال کھانے کے لئے ہی حکم فرمایا ہے" يٰاَيُّهَاالَّذِينَ اٰمَنُوا كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ" کہ اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے۔اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ"! تاکہ دعا قبول ہو۔

معلوم ہوا کہ"مال" کا پاک ہونا دعاء کی قبولیت کے لئے بھی بہت ضروری عمل ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے پاک مال کھانے کے لئے حکم فرمایا ہے۔پس زکوۃ سے گناہ معاف ہوتا ہے۔دل کو سکون ملتا ہے۔دل نرم ہوتا ہے۔بلائیں،مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔مال کی غلاظت دور ہوتی ہے۔قلب فراخ اور سخی بنتا ہے۔دوسرے لوگ محبت کرنے لگتے ہیں۔

یہ یقینی بات ہے ایک ذمہ دار قسم کے فرد و جماعت جب اپنے مال میں سے زکوۃ نکال کرغریبوں، یتیموں، اورضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے تو لوگ اس سے یقینی طور پرمحبت کرنے ہی لگتے ہیں۔ بہت سے غیرمسلم لوگ بھی پرسکون دل کے ہوتے ہیں۔مگر وہ جس ماحول میں پلے ہوتے ہیں۔اسی ماحول کے کلچرکواپنائے ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے کفر کی حالت میں رہتے ہوئے بھی وہ غریبوں، یتیموں، مسکینوں اوراپاہجوں پرخوب خوب خرچ کرتے ہیں۔

"الاسلام" کتاب حصہ اول رص:١٦٥،٦٦ ر پرمؤلف کتاب نے ہندوستان کے پہلے شہر اودھ کے ریاست بلرام پور کے ایک ہندو والی وحکمراں"مہاراجہ درگ بجے سنگھ" کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک محتاج خانہ جزامیوں کے لئے بنوایا تھا۔جس میں ان لوگوں کے کھانے ، کپڑے، اوررہائش کے لئے اچھا بندوبست تھا۔مکان بہت صاف تھا۔انتظام بہت عمدہ تھا۔

اگر مسلمان لیڈران لوگ بھی اسی طرح غریبوں، فقیروں اور معذوروں کے لئے سرکاری خزانے سے اہل مال اور خوشحال لوگوں کی مدد سے بھی انتظام کرنا شروع کردے تو مسلمانوں میں فقیر نہیں دکھائی دے گا۔ویسے باطل پرستوں کی سازش کے سبب مسلم عورتوں کے برقعے اور مسلم مردوں کے خصوصا مولاناؤں کی صورتوں کے لباس وشکلیں بنا بنا کر غیرمسلم لوگ بھی بہت سے چندہ مانگ مانگ کرکھا رہے اوراور کچھ سیاسی لوگ بھی مسلمانوں کے پیسوں کو دھوکے سے وصول کر

کے مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کو جہاں زکوۃ نکالنے کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ وہیں زکوۃ کے مستحقین کی بھی فہرست بتلا دی گئی ہے تاکہ زکوۃ ودقات کی رقم صحیح مصرف میں خرچ ہو اور غربت دور ہو۔ غیر مسلموں کو زکوۃ وفطرے کے علاوہ دیگر تمام رقمیں تالیف قلب اور سماجی رشتے ناتے سے امداد وتعاون کرنے سے اسلام دین نے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ ترغیب دی ہے۔ بلکہ یہاں تک تعلیم دی ہے کہ اگر پڑوس میں ایک غیر مسلم پڑوسی بھی بھوکا اور بلک بلک کر سو گیا تو مسلمانوں کا اس رات کا کھانا حرام ہے۔

مگر سازش الگ چیز ہے جو تعصب اور جہالت کی نتیجہ ہوتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہئے اور اپنے زکوۃ وفطرے وصدقات کے رقوم کو قرآنی حکم کے موافق خرچ صحیح جگہ کریں۔ ایسوں کو اللہ تعالی ایمان کی دولت عطا فرمادے۔ آمین! مگر یہ لوگ اگر ایمان نہیں لائے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو ان کے صحیح راہ میں خرچ کئے ہوئے مالوں کا بدلہ اللہ تعالی دنیا ہی میں یقینی طور پر دیدیتے ہیں۔

بہر حال! یہ درمیان میں ''محبت'' کے لفظ پر بات آ گئی۔ میں لکھ رہا تھا کہ زکوۃ وصدقات نکالنے سے بہت فوائد ہیں۔ خواہ وہ صدقات ہندو بھی نکالیں تو ان کو بھی ان کے نیکی کے عمل کا معاوضہ اللہ تعالی اس دنیا میں دے دیتا ہے۔ کیوں کہ آخرت میں جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے۔ مگر دنیا میں ان کے نیک عمل کا بدلہ اس کی نیکی کی مقدار و وزن کے عین مطابق دے دیا جاتا ہے۔ جس سے ان لوگوں بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ ان میں بھی تہذیب نفس پیدا ہو جاتی ہے۔

غیر مسلم کے مقابلے میں ایمان والے جب اللہ کے حکم زکوۃ پر عمل کرتے ہیں تو اس سے ان کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ معاشرت میں اتحاد کا ماحول بنتا ہے۔ غریبوں کی حالت اور زندگی کا علم ہوتا ہے۔ زکووہ نکالنے والے کے نزدیک خود قریب رہتا ہے۔ اسے انسان مستجاب الدعوات بنتا ہے۔ یعنی اس کی ہر دعا اور فرمان اللہ سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اس کے برخلاف جو زکوۃ نہیں نکالتا ہے۔ وہ خواہ پوری رات تہجد اور قرآن پڑھ پڑھ کر، رو رو کر دعائیں کریں۔ ہرگز اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حدیث منقول ہے کہ کثرت سفر سے جس کے بال پریشان حال ہو، بدن خاک آلود ہو، ایسا آدمی آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے کہ اے رب! میری سن اور قبول کر! لیکن اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، سب مال حرام اس کی پرورش مال حرام سے ہوئی ہو تو پھر کس طرح اس کی دعاء قبول ہو؟

اسی لئے رب کائنات نے پاک مال کھانے کے لئے حکم فرمایا۔ مال کو پاک کرنے کے لئے زکوۃ وصدقات اور خیرات کرنے کے لئے حلال مال میں سے حکم فرمایا۔ حرام مال میں سے زکوۃ نکالنے سے کس چیز کو پاک کیا جائے گا۔ بس حرام مال میں سے گویا کہ ایک حصہ الگ کر لیا گیا ہوگا۔ لیکن حلال مال میں جن غریبوں کا خدائے تعالی نے حق رکھا ہے۔ اس کے حق کو نہ دیا جائے گا

تو اس میں تین گناہ ہیں۔اول: حقدار کے حق کو مارنا اور ہڑپنا۔دوم: اللہ کے حکم کی اطاعت سے نافرمانی۔تیسرا: مال میں گندگی کو باقی رکھ کر حلال کو حرام کر لینا۔

اسی لئے اللہ تعالی نے مالداروں کو حکم دیا ہے کہ تم زکوۃ نکالا کرو! اس میں تمہارے لئے ہی بیشمار فوائد ہیں۔اس سے جہاں مال پاک ہوتا ہے۔وہیں معاشرہ بھی صاف ستھرا ہوتا ہے۔اس سے نشو نما اور بڑھوتری ہوتی ہے۔برکت ہوتی ہے۔اس میں لذت پیدا ہو جاتی ہے۔جنتی مزہ آجاتا ہے۔اس کے کھانے سے بدن میں فوری طاقت وکیلشیم پہنچتی ہے۔مزاج درست رہتا ہے۔

ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ مالداروں کو حلال مال حلال طریقے سے کمانا چاہئے۔حرام مال میں زکوۃ نکالنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔کیوں کہ وہ حرام پہلے ہی سے ہے۔زکوۃ نکالنے کے بعد بھی حرام ہی رہے گا۔حرام مال میں سے زکوۃ نکالنے کی مثال پیشاب و پاخانہ یا اور کوئی کلی طور پر گندی چیز میں سے تھوڑا سا حصہ نکال دینا ہے۔ظاہر ہے اس حصہ کے نکال دینے سے بچا ہوا حصہ بھی گندہ ہی نام پائے گا۔اس کا نام بدل کر کسی قسم کے میٹھے کا نام تو پائے گا نہیں!

اس کے برخلاف شکر میں دانے والا نمک کوئی ملا دے تو اس کو الگ کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح حلال مال میں زکوۃ کا حصہ ملے رہنے کی مثال ہے کہ جب تک زکوۃ کے حصے کو الگ نہیں کیا جا سکتا ہے تب تلک نمک میں گویا شکر کی ملاوٹ ہے۔اسے الگ الگ کر لینا بہتر ہے۔ورنہ قابل استعمال نہیں!

زکوۃ غریبوں کے مانگنے سے

پہلے ان کے گھروں تک پہنچادیے! اس لئے مالداروں کو اپنے مال کو اللہ کی امانت اور فضل سمجھتے ہوئے اللہ کے حکم کے مطابق اس میں سے غریبوں کے حقوق کو نکال کر غریبوں کے مانگنے سے پہلے پہلے ان کے گھروں تک پہنچادے کہ یہ ان کے گھر میں ان کے مال کو ختم کر دینے والی سم قاتل اور مال کا وسخ اور میل ہے۔یہ انکا غریبوں پر احسان نہیں بلکہ منجانب اللہ فریضہ اور ذمہ داری ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے مالدار بندوں پر زکوۃ فرض کی ہیں۔

☆☆☆☆

زکوۃ کی فرضیت اور مسائل واحکام

شروع کتاب میں لکھا جا چکا ہے کہ ''زکوۃ'' کا معنی ''بڑھوتری، اور ''چیز کا عمدہ حصہ، زکوۃ، صدقہ وپاکیزگی'' کے ہے۔اس کی فرضیت ۲ہجری میں ہوئی۔شیخ وہبہ زحیلی کے بقول زکوۃ کے وجوب پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماع ہے''۔شیخ صالح بن فوزان کے بقول''زکوۃ کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے''۔زکوۃ ارکان اسلام میں سے اخیر کا پانچواں رکن ہے۔اس کا تذکرہ اللہ تعالی نے نماز جیسی عبادت کے ساتھ ساتھ ۳۲ ربتیس جگہوں پہ کیا ہے۔اس کے علاوہ بھی جگہ بجگہ ذکر کیا ہے۔اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔اس سے جہاد کی جائے گی۔مانعین زکوۃ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ کر کے زکوۃ وصول کیا تھا۔اس لئے کہ مسلم حکمران کو زکوۃ نہ دینے والوں سے جنگ کر کے زبردستی زکوۃ وصول کرنے کا حکم ہے۔

شیخ عبداللہ بسام نے فرمایا ہے کہ جس نے زکوۃ کے وجوب کا انکار کیا تو اس نے کفر کی۔شیخ وہبہ زحیلی نے فرمایا کہ فرضیت زکوۃ کے منکر اگر بلاد اسلام میں اہل علم کے درمیان کیا تو وہ کافر اور مرتد ہوگیا۔اس پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے۔علامہ یوسف القرضاوی نے کہا ہے کہ منکر زکوۃ اگر اس کے وجوب کا انکار کی تو اس نے کفر کی۔وہ اسلام سے یوں نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے''۔ڈاکٹر عائض القرنی نے ایسے لوگوں سے قتال کا حکم دیا ہے۔سعودی مجلس افتاء سے فتوی جاری ہو چکا ہے کہ چونکہ زکوۃ اسلام کا ایک رکن ہے، اس لئے اس کے وجوب کے منکر کافر ہے۔اس کے نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔نا ہی اسے مسلم قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

البتہ علامہ نوویؒ کا قول صاحب کتاب الزکاۃ مؤلفہ علامہ لاہوری نے اس میں وضاحت تھوڑی سی یوں کی ہیں کہ ''جب کوئی زکوۃ کی ادائیگی سے اس کے وجوب کا اکار کرتے ہوئے رکے تو اگر وہ ایسے لوگوں میں سے ہیں کہ ان پر زکوۃ مخفی رہ سکتا ہے!

مثلا نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے یا اس لئے کہ وہ کہیں دور دیہات میں پیدا ہوا یا کسی اور وجہ سے تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔بلکہ اسے وجوب زکوۃ کی پہچان کرائی جائے گی اور اس سے زکوۃ وصول کی جائے گی۔لیکن اگر اگر وہ اس کے بعد بھی زکوۃ کا انکار کرے تو پھر اس پر کفر کا فتوی لگایا جائے گا''۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں'' بَـايَـعتُ النَّبِىَّ عَلَى أَقَامَ الصَّلوٰةَ" وَ اِيتآءِ الزَّكوةِ،وَ النُّصحِ لِكُلِّ مُسلِمٍ" کہ میں نے ان امور پر نبی کریم ﷺ کی بیعت لی کہ میں نماز قائم کروں گا۔زکوۃ ادا کروں گا۔زکوۃ ادا کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا''۔حافظ عمران لاہوری نے اپنی

کتاب ''کتاب الزکوۃ'' کے ص ر ۵۰ ر پر حضرت حسنؓ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہیں '' حَصِّنُوا أمُولالُکُمْ بِالزَّکوۃِ'' کہ زکوۃ کے ذریعے تم اپنے اموال کی حفاظت کرو'۔ مرثد بن عبداللہ سے بھی ایک حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' أَنَّ ظِلَّ الْمُؤمِنِ یَومَ القِیٰمَةِ صَدَ قَتُهٗ'' بلاشبہ ہروز قیامت مومن پر اس کا صدقہ سایہ کرے گا۔ اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی حدیث ہے'' أَنَّ الصَّدَ قَةَ لَتُطْفِی غَضَبَ الرَّبِّ'' کہ صدقہ بلاشبہ پروردگار کے غضب کو دور کرتا ہے''۔

اس لئے اس فریضہ کو مؤمن مسلمان کو ہر حال میں ادا کرنا چاہئے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے'' هٰذِهٖ فَرِیضَةُ الصَّدَ قَةِ الَّتِی فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ عَلَى الْمُسْلِمِینَ وَالَّتِی أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُولَهٗ '' کہ یہ وہ فریضہ زکوۃ ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اللہ تعالی نے جس کا رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے''۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے'' أَاْلأَسلَامُ أنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشرِكَ بِهٖ وَ تُقِیمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤتِیَ الزَّکَاةَ الْمَفرُوضَةَ'' اسلام یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی شریک نہ ٹھہرائے، نماز قائم کرے، فرض زکوۃ ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے''۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے'' قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَیتَ أَنْ أدرٰی الرَّجُلَ زَکَاةَ مَالِهٖ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَدَّی زَکَاةَ مَالِهٖ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهٗ''! کہ آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ! کے رسول ﷺ مجھے بتایئے! اگر آدمی اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی تو یقیناً اس سے اس مال کا شر چلا گیا''۔ مستدرک حاکم کی روایت ہے'' أَذَا أَدَّیتَ زَکَاةَ مَالِكَ فَقَدْ أَذْهَبْتَ عَنْكَ شَرَّهٗ'' کہ جب تو زکوۃ اپنے مال کی ادا کردے تو یقیناً تو نے خود سے اس کا شر دور کردی''۔

پیچھے بات آ چکی ہے کہ لغت کے اعتبار سے اس کے تین باب ''نصر ینصر: سے'' زکی یزکوٗ'' سے۔ زکّی یزکی باب تعیل سے، اور تزکّی یتزکّی باب تفعل سے۔ لغوی اعتبار سے زکوۃ کے اس معنی کی اصطلاح شرع میں دو معانی ہیں۔

پہلا معنی: شرعی قواعد کے مطابق مال کو زکوۃ کے مستحقین میں خرچ کرنے کے ہے۔ اس معنی کر صاحب نصاب شخص قانون شرعی کے مطابق جب مال زکوۃ کو خرچ کر دیتا ہے تو مابقیہ مال اس کا زکوۃ کی غرض کے مطابق اس کا ''مال'' پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

دوسرا معنی: جب صاحب نصاب اللہ کی خوشنودی کی خاطر اسی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے راہ خدا میں مال کی زکوۃ نکال دیتا ہے تب اللہ تعالی اس کے مال میں برکت ڈال کر اس کے لئے رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں نیز آخرت میں بھی اسے اجر کامل عطا کرتے ہیں۔

اسلام کے معاشی کے اعتدال کے سبب اللہ تعالی نے نہایت منصفانہ نظام کی ترتیب پیش کی ہے۔اسی وجہ سے ہر قسم کے مال پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ بلکہ مال کی چند قسموں اور ایک خاص مقدار پر زکوۃ واجب کیا گیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے بخاری شریف میں ایک روایت نقل ہے:

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا" تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب یعنی یہود و نصاری ہیں۔اس لئے سب سے پہلے انہیں اللہ کی عبادت یعنی کلمۂ شہادتین کی دعوت دینا۔جب وہ اللہ تعالی کو پہچان لیں یعنی اسلام قبول کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی۔

اس حدیث سے وضاحت ہوتی ہے کہ دنیا میں فرائض اسلام کا مطالبہ صرف اسلام کے بعد ہی درست ہے۔اسی لئے اہل اسلام کے مالوں پر خود اللہ تعالی نے زکوۃ کی مقدار متعین کر دی ہیں۔

حافظ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتھد" کتاب میں وضاحت کی ہیں کہ معدنی اشیاء میں 'سونا'، وچاندی۔ جانوروں میں "اونٹ، گائے، بکری۔ غلوں میں " گیہوں، اور جو، اسی طرح پھلوں میں " کھجور اور کشمش" میں زکوۃ فرض ہے۔

خلاصہ یہ کہ زکوۃ چار قسم کے اموال پر واجب ہے۔ پہلا مال: سونا، چاندی نقدی قسم کا ہے۔ دوسرا مال: مویشی مثلا اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ ہیں۔ تیسرا مال: ہر قسم کے تجارتی اموال ہیں۔ چوتھا مال: زمین سے حاصل شدہ اشیاء، غلے اور پھل فروٹس، سبزیاں، معدنیات و دفینے وغیرہ ہیں۔ابن قیم نے چار اصناف میں زکوۃ مقرر کی ہیں۔کھیتی اور پھل۔چوپائے جانور یعنی اونٹ، گائے اور بکری۔سونا و چاندی اور تجارتی اموال!سعودی مجلس افتاء نے چوپائے جانور، زمین سے خارج شدہ اشیاء، نقدین یعنی سونا و چاندی اور سامان تجارت میں زکوۃ واجب ہے۔فتوی دی ہیں۔

البتہ انہوں نے وضاحت کی ہیں کہ بدایہ میں لکھا ہے 'والنصاب في العروض على مذهب القائلين بذالك انما هو في ما اتخذ منها للبيع خاصة" یعنی ان چیزوں کے علاوہ چیزوں میں زکوۃ واجب ہونے کے لئے تجارت کی خاص نیت ہونی ضروری ہے۔اگر تجارت کی جاتی ہے تو زکوۃ واجب ہوگی۔ورنہ نہیں!

مسلک امام ابوحنیفہ میں زمین سے پیدا ہونے ہر قسم کی پیداوار پر زکوۃ بنام عربی "عشر" واجب ہے۔اسی طرح سے جانوروں میں " گھوڑوں" پر زکوۃ واجب ہے۔ان کے علاوہ سامانوں میں زکوۃ تجارت کرنے پر واجب ہے۔ورنہ واجب نہیں ہے۔

تجارت سے مراد ان چیزوں کو خرید و فروخت کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو۔البتہ نفر کی صورت

اجارہ (کرایہ والی چیزوں) میں بھی ہوتا ہے۔ اس لئے "اجارہ" اور "تجارت" دونوں میں نفع کی صورت میں سمجھ لینا چاہئے۔

بنظر غائر دیکھیں گے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ تجارت میں ایک چیز مناسب معاوضہ کے عوض کھو کر نفع حاصل کی جاتی ہے۔ جس میں کھوئی چیز پر کلی طور پر ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف "اجارہ/کرایہ" والی چیز میں چیز پر ملکیت باقی رکھی جاتی ہے محض چند متعینہ مدت کے لئے اسے دوسرے کے قبضے میں بطور امانت ایگریمنٹ (اقرار نامہ) کے ذریعے چیز دے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ ایگریمنٹ ختم ہونے کے بعد دونوں طرف کے سامان والے اپنا اپنا سامان واپس لیتے ہیں۔

مسئلہ : پس اگر کسی کے پاس ایک سے زائد مکان ہو، اسی طرح سائکلیں ہوں۔ موٹر گاڑیاں ہوں۔ برتن، کپڑے، فرنیچ، کتابیں، وغیرہ وغیرہ ہوں۔ جن کی رقوم وصول ہوتی ہوں تو ان پر زکوۃ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ سب اموال کرایہ واجارہ ہیں۔ جن پر زکوۃ واجب نہیں۔ زکوۃ تجارتی اموال پر ہیں۔

مسئلہ : ایک جگہ سے دوسری جگہ لائی اور لے جائی جانے والی چیز یعنی اموال منقولہ جو پر یومیہڈ پاہانہ یا سالانہ کرایہ کی ہوں اگر چہ ان اموال سے کافی فائدہ حاصل ہو رہے ہوں، تب بھی ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ کیوں کہ ان میں تجارت کی نیت سے نفع حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ اجارہ کے ذریعہ سے نفع حاصل ہو رہا ہے۔

مسئلہ : کسی شخص نے مکان، غلام تجارت کی نیت سے خرید کر پھر انہیں کرایہ پر لگا دی۔ عموماً لوگ آج کل مکان لیز لے کر اسے کرایہ پر لگا کر اس کے کرایہ کو استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ یہ اجارہ کی صورت بن جاتی ہے۔ اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس سے حاصل شدہ نفع ذاتی کھان پان میں مستعمل ہوں تو ذاتی استعمال کی چیزوں پر بھی چونکہ زکوۃ واجب نہیں ہے۔ اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : کسی شخص نے مکان، غلام تجارت کی نیت سے خرید کر پھر انہیں کرایہ پر لگا دی۔ عموماً لوگ آج کل مکان لیز پر لے کر اسے کرایہ پر لگا کر اس کے کرایہ کو استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ یہ اجارہ کی صورت بن جاتی ہے۔ اس لئے اس پر زکوۃ تو واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر ان سے حاصل شدہ نفع والا مال اگر نصاب شرعی کے بقدر پہنچ جائے تو پھر ان پر زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : بطور ضمانت کسی کے پاس یا حکومت کے پاس رقم جمع کر کے ایک مدت کے بعد وہ واپس لے لے تو یہ کل رقم جب واپس حاصل ہو جائے اور نصاب کے بقدر ہوں تو ان پر زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : مرغی فارم، مچھلی کے تالاب کی زمین اور ان کے لئے درکار اسباب وسامان پر زکوۃ نہیں ہے۔ ہاں! ان کی آمدنی جو نصاب کے بقدر ہوں تو ان پر زکوۃ ہے۔

مسئلہ : جوائنٹ فیملی میں نصاب کے بقدر مال جمع ہوں تو سرداراعلی پر زکوۃ واجب ہے۔ اگر تمام ممبران خانہ کما کما کر اپنے سرداراعلی باپ یا بڑے بھائی وغیرہ کو دیتے ہیں جو گھریلو انتظام اور تمام امور خانہ چلاتے ہیں۔ سردار کے پاس تمامی لوگوں کے رقوم میں سے بچا بچا کر کچھ مال سونا، چاندی یا زیوارت خریدی گئی تو ان خریدی گئی چیزوں کو گھر کے ہر بالغ ممبران میں برابر تقسیم کی جائے گی۔ تقسیم کے بعد ہر ایک کے حصہ میں اگر نصاب کے بقدر مال آئے تو ان پر زکوۃ فرض ہے۔ ورنہ نہیں۔ اگر ہر ایک حصے کا مال مقدار ناصب کے بقدر ہو مگر سب مالوں کو مجموعی طور پر حساب لگا کر زکوۃ نکالنے کے لئے سر پرست کو اجامت دے دیں تو پھر سر پرست حساب لگا کر سب افراد کی طرف سے الگ الگ زکوۃ نکال دے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ : جوائنٹ فیملی میں بہو کا زیور بھی نصاب کے مقدار ہے۔ اسی طرح ساس کا زیور بھی نصاب ے بقدر ہے۔ گھر کے ذمہ دار ابھی والدین ہیں ہیں۔ ایسی صورت میں چونکہ ساس اور بہو، دونوں اپنے اپنے زیورات کے شرعا کلی طور پر مالک ہیں۔ اس لئے دونوں زیورات کی زکوۃ الگ الگ نکالی جائے گی۔ دونوں زیورات کی زکوۃ کا الگ الگ حساب کر کے اگر باپ جو گھر کے سرداراعلی ہیں ان کے ہاتھ میں مستحقین تک پہنچادنے کے لئے دے دی تو یہ ان کو مستحقین تک زکوۃ پہنچانے کے لئے گویا وکیل بنا دیا گیا ہے۔ ایسا کرنا درست ہے۔ مگر باپ یعنی سر پرست کو اپنی وکالت کی ذمہ داری صحیح طور سے نبھا کر عنداللہ پرشس سے بچے رہیں۔

مسئلہ : کتاب الزکاۃ لاہوری کے مؤلف کے بقول سعودی مجلس افتایہ ہے کہ یتیم بچوں اور پاگلوں کے اموال میں بھی زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : شیخ ابن جبرین کے بقول بڑے کی طرح بچے کے مال میں بھی زکوۃ واجب ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے بقول بچے اور مجنون کے مال میں زکوۃ واجب ہے۔ کیوں کہ یہ ایسا حق ہے جس کا تعلق مال سے ہے اور یہ حق چھوٹی عمر اور پاگل پن سے ساقط نہیں ہوتا ہے۔ یہی قول شیخ صالح بن فوزان کا بھی ہے۔ البتہ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے کہا ہے کہ کسی بھی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ بچے کے مال میں عدم زکوۃ کا قول ثابت نہیں ہے۔ اس لئے زکوۃ دی جائے گی۔

مسئلہ : حضورﷺ کی حدیث ''لَا صَدَقَةَ اَلَّا عَنْ ظَهَرِ غَنِيٍ'' کہ صدقہ وہی بہتر ہے جس کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔ پس اس روشنی میں مقروض پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : علامہ مرغینانی حنفیؒ کے نزدیک مال اگر قرض سے زیادہ ہو تو زائد مال کی زکوۃ ادا کی جائے گی جبکہ وہ نصاب زکوۃ کو پہنچ جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہے۔
اگر قرض مال سے زائد ہو تو چونکہ اس مال کا وہ مالک نہیں ہے۔ کیوں کہ اس رقم کو اسے واپس ہی کرنی ہے اس لئے اپنے قرض کو جلد از اسے ادا کر دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مسئلہ : علامہ مرغینانی کی تحقیق کے بقول جس شخص پر اتنا قرض ہو جو اس کے تمام مال کو

محیاط ہوتو اس پر کوئی زکوۃ واجب نہیں ہے۔ کیوں کہ اس شخص کا حکم معدوم کا سا ہوگا۔ یعنی جس کے پاس مال ہے نہیں!

مسئلہ : مرجانے والا شخص مالدار تھا۔ اس پر اس کی زندگی میں زکوۃ واجب تھا۔ مگر اس نے ادا نہیں کی تو اس کے ذمہ سے فریضۂ زکوۃ ادا نہیں ہوا۔ اس کے ورثاء کو چاہیئے کہ اس کے مال کی زکوۃ نکال کر اس کے گناہ کو ختم کردے۔ کیوں کہ زکوۃ ایک قرض ہے۔ یہ ادائیگی میت کے مال متروکہ سے ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد میراث کی تقسیم ہوگی۔

ان لوگوں کو زکوۃ دے سکتے ہیں

مسئلہ : مستحقین زکوۃ افرادوں کی تفصیل اللہ تعالی نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۰؍ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرآءِ وَ الْمَسَاكِينِ وَالعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ فِي سلبِيلِ اللّٰهِ وَابنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ہ " میں بیان کر دی ہیں۔ جن میں ترتیب وار فقیر، مساکین، عاملین لوگ یعنی زکوۃ وصول کرنے والے محصلین، برائے دِل بستگی و دلجوئی مؤلفۃ قلوب یعنی نو مسلم حضرات، رقاب یعنی غلاموں کی آزادی، غارمین یعنی قرضدار، فی سبیل اللہ یعنی مجاہدین اور مجبور لوگ، جیلوں میں قیدی لوگ، اور ابن السبیل یعنی پریشان حال مسافرین لوگ" کل ۸؍ قسم کے لوگوں کو زکوۃ دینا چاہیئے۔ یہی زکوۃ کے مصرف ہیں۔

آٹھ قسم کے مستحقین کی تعریف: (فقیر): فقیر وہ لوگ ہیں جن کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ اس سے ان کی ضروری حاجتیں پوری ہوسکیں۔ اگر چہ وہ حال وقال سے دیکھنے میں فقیر نہ لگتے ہوں۔ صحیح حدیث نبوی ﷺ " فَأعلَمُهُم أنَّ اللّٰهَ افتَرضَ صَدَقً تؤخذ مِنْ اَغنيائهم فترد علی فقرآئهم " کہ یہ جان لو کہ اللہ تعالی مالداروں پر جو صدقہ فرض کیا ہے انہیں فقراء ہی کو دینا چاہیئے۔

مساکین : مساکین وہ لوگ ہیں۔ جن کے ظاہر حال سے محتاجی اور بے چارگی ولاچارگی ظاہر ہو۔ سورۂ ذُریات آیت نمبر ۱۹۰۰؍ میں " وَ فِي امولِهِمُ حَقٌّ لِلسَّآئِلِ وَ الْمَحرُومِ " میں مساکین کے حق کو دینے کے لئے اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سورۂ معارج کے آیت نمبر ۲۳؍ تا ۲۵؍ میں ہے " اَلَّذِينَ هُمُ عَلٰى صَلَاتِهِمُ دَآئِمُوْنَ هوَالَّذِينَ فِي اموَالِهِمُ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ہ لِلسَّآئِلِ وَالمَحرُوم " ہ کہ اہل ایمان فقراء، مساکین کو ہی اپنا مال ان کا حق جان کر دیتے ہیں۔
آج کل ویسے مانگنے کے پیشہ ور لوگ زبردستی ہاتھوں پر پٹی باندھ کر، میلے کچیلے جان بوجھ کر

کپڑے پہن کر، زبردستی لنگڑا لنگڑا کر چلتے ہوئے، عجیب سی صورت بنائے، اپنے آپ کو مسکین ظاہر کر کے مانگتے پھرتے مانگنے کو پیشہ بنا رکھا ہے۔ علاوہ ازیں غیر مسلموں کی پلاننگ کے تحت بہت سے ایسے عجیب وغریب صورتوں کے ساتھ اسلامی لباس میں مانگ مانگ کر ہندو ٹرسٹ میں مال کو جمع کر کے اس مال کو پھر مسلمانوں کو مارنے اور مٹانے پر خرچ کر رہے ہیں۔

اس لئے معلوم کر کے اپنے شہر اور علاقے کے مسلم مفلوک الحال اور ضرورت مند مسکینوں کو زکوۃ، فطرہ وغیرہ کا مال دی جائے۔ پیشہ ور اور جھوٹے و دغا باز اور دھوکے سے مال مانگنے والوں کو کوئی صدقہ بشمول زکوۃ دینا حرام ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے ہی شہر کے مستحقین کو زکوۃ دی جائے۔ اگر دوسرے شہر کے زکوۃ مانگنے والے لوگ آ گئے تو ان پر جھک کر بولنا نہیں ہے۔ بلکہ صحیح طور سے تحقیق کر کے انہیں بھی دے دیا جائے۔ ہمیشہ اسلام اور مسلمان کے لئے نفع شخص کو زکوۃ دی جائے۔

یہ جو حدیث میں ہے کہ کوئی شاہی گھوڑے پر بھی سوار ہو کر مانگنے آئے تو اسے واپس نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح قرآن مجید میں " وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَر " جملہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اللہ کے نام پر مانگنے والوں کو جھڑکنے سے اور منع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے ہر کس و ناکس مانگنے والوں کو دے ہی دینا چاہئے تو جانئے کہ اس آیت میں ایسے بھیک منگے کو الڑانے اور زور سے بد اخلاقی والے عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حالاتِ زمانہ اور سوچویشن سے جو دل کو یقین ہو اس روشنی میں اطمینان قلب کر کے مانگنے والے کو دیا جائے۔ اگر شک ہو تو بد اخلاقی سے پیش نہ آئے بلکہ اخلاق کریمانہ کے جملے استعمال کر کے آگے بڑھ جائے۔

عاملین : جو لوگ یعنی زکوۃ وصول کرنے والے محصلین ہیں۔ یہ حقیقت میں زکوۃ کے مستحق نہیں ہیں۔ مگر امیر المسلمین اور اغنیاء کو ان کی کارکردگی کے صلہ میں اپنے مال میں سے کچھ دین کے لئے حکم فرمایا ہے۔ تاکہ وہ کام کو حسن وخوبی انجام دیں اور کسی اور کے اُسکانے سے کہیں بہک کر اپنے ایمان کو خراب نہ کرلیں۔ جب انسان اپنا وقار سامنے والے کے پاس بنائے رکھتا ہے تو وہ عموماً بہکتا نہیں ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی دسل بستگی و دلجوئی کے لئے کچھ دیدینے کے لئے حکم کیا گیا ہے۔

مؤلفة قلوب : یعنی نومسلم حضرات! یہ بھی مستحقین زکوۃ میں مشار نہیں ہیں۔ مگر ان کی پشت پناہی اور اسلام دین سے دل لگانے کے لئے دینے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ اس میں عظیم مصلحت ہے۔ اسی لئے انہیں مصارف زکوۃ میں شامل کرلیا ہے۔

رقاب: غلاموں کی آزادی: یعنی مسلم غلاموں کی آزادی کیلئے زکوۃ دینا۔ آج کل غلام کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے مسلم قیدیوں اور جنگوں میں شہید ہونے والوں کے وارثین اور جنگ میں ڈیمیج واپاہج لوگوں کی خبر گیری وان کی ضروتوں کی تکمیل کے لئے زکوۃ دینے کا حکم ہے۔

غارمین : یعنی غارمین وقرضدارلوگ! قرضدار دوقسم کے ہوتے ہیں۔ایک: وہ جوخود اپنے لئے قرض لیا ہومگراس کوادا کرنے پر قادر نہ ہو۔یہ فقراء کی صف میں شامل ہوکر زکوۃ کے مستحق بن جاتے ہیں۔ ددوسرا: وہ لوگ جو باہم صلح کرانے کے لئے قرض لئے ہوں جومعاشرہ میں صاحب وجاہت ہوں۔ان لوگوں کو مال زکوۃ میں سے باہم صلح کرکے مال دینا جائز ہے۔اگرچہ یہ لوگ ذاتی مال سے بھی اس قرض کی ادائیگی پر قادر ہوں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک صلح باہم کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے لئے ضرورت پڑنے پر زکوۃ فنڈ سے بھی مال دینے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

فی سبیل اللہ : یعنی مجاہدین اور مجبورلوگ! یہ لوگ اللہ کے راستے میں ہوتے ہیں۔اس لئے ان کے اور ان کے اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل مال زکوۃ سے کی گئی ہے۔البتہ اگر انہیں حکومت کی جانب سے تنخواہ ملتی ہوتو پھر زکوۃ انہیں نہ دیا جائے۔اس کے علاوہ اس صف میں داعی ،مبلغین اور موجودہ مدارس کے محصلین لوگ بھی شامل ہیں۔اسی میں اشاعت دین وحفاظت دین کے لئے بھی خرچ کرنا ہے۔اسی طرح دارالکفر سے دارالہجرت اسلام میں آکر پناہ لینے والے لوگ بھی ہیں۔

ابن السبیل : یعنی پریشان حال مسافرین لوگ! مسافر سے مراد وہ مسافر لوگ جو اجنبی ملک میں ہواوراس کا مال واسباب لٹ گیا ہو۔اگرچہ وہ اپنے گاؤں، گھر میں بہت بڑا مالدار ہی کیوں نہ ہو۔اسے بھی زکوۃ دی جائے گی تا کہ وہ گھر تک پہنچ جائے۔

مسئلہ : خلاصہ یہ کہ فقیر۔مسکین، عامل، مؤلفۃ قلوب یعنی نومسلمین لوگ، رقاب یعنی غلام کوآزاد کرانے کے لئے ،آج کل یہ مفقود ہےاس لئے قیدیوں کو چھرانے کے لئے ، فی سبیل اللہ کام کرنے والے مجاہدین کو، ابن السبیل یعنی محتاج مسافر کو، زکوۃ دے سکتے ہیں۔

مسئلہ : قرآن مجید کے بیان کردہ ۸؍لوگوں کے علاوہ غیر ہاشمی کو، اپنی مستحق بہن، مستحق بھائی، مستحق چچا، خالہ، خالو، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، بہو، داماد، سوتیلے باپ اور ماں، شوہر طرف سے سوتیلی اولاد، بیوی طرف سے سوتیلی اولادوں کو زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں۔

ان لوگوں کو زکوۃ نہیں دے سکتے ہیں

مسئلہ : جن لوگوں کے نان ونفقہ ذمہ میں واجب ہو۔مثلا ماں، باپ، بیوی، بیٹے، بیٹی

یعنی اپنے ڈائریکٹ اصول کو اور ڈائریکٹ فروع یعنی اولادوں اور اولادوں کی اولادوں کو زکوۃ نہیں دے سکتے ہیں۔اسی مالدار و خوشحال گھرانے کی اولادوں کو زکوۃ نہیں دے سکتے ہیں۔اسی طرح خوشحال اور کمائی والے افرادوں کے اصول و فروع یعنی اجداد و اولادوں کو زکوۃ نہیں دے سکتے ہیں۔اگر ان کے مالی احوال درست نہ ہوں تو ان کے سرپرستوں پر قاضی شہر اور سماج کے افراد تحقیق کر کے ان سے ان کے اخراجات دلائیں گے۔

مسئلہ : پس مالدار کا بچہ، مالدار کے غلام، بیوی، بیوی کے غلام، شوہر، شوہر کے غلام، ماں، باپ، ان کے غلام، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، کافر لوگوں کو زکوۃ نہیں دے سکتے ہیں۔

مسئلہ : ظاہر فقیر مگر باطنا مالدار شخص کو زکوۃ لینا حرام ہے۔لیکن اگر لاعلمی کے سبب ایسے ظاہری فقیر کو کسی نے زکوۃ دے دی تو زکوۃ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ : زکوۃ کے ایسے مستحق جو خودداری اور تقوی کے سبب زکوۃ نہ لیتا ہو تو اس کو بلا کہے زکوۃ دینا چاہئے۔اسی طرح ایسے اہل وعیال والا شخص جس کی کمائی کم ہو اور اخراجات زیادہ ہوں۔مگر شرم سے مانگتا نہ ہو تو ان کو بھی، زکوۃ بلا کہے دینا چاہئے۔

مسئلہ : حضورﷺ کے چچا کے والد عبدالمطلب کے والد "ہاشم"، یعنی حضرت رسول اللہﷺ کے پردادا کیبارہ بیٹے تھے۔جن میں سے "حضرت عباسؓ، حضرت حارث اور حضرت ابوطالبؓ" کو اور ان کی اولادوں کو زکوۃ دینا اور لینا جائز نہیں ہے۔انہی کو سادات، بنو ہاشم کہتے ہیں۔یعنی سادات سے مراد "بنو ہاشم" میں سے حضرت علی، حضرت عباسؓ حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ اور ان کی اولادیں ہیں۔سادات فاطمیہ اور سادات علویہ ابو طالب کی اولاد میں شامل کیا گیا ہے۔کیوں کہ وہ حضرت علی کی اولاد ہیں، اور حضرت علیؓ حضرت ابوطالب کے بیٹے ہیں۔اس لئے ان خاندان کے غلاموں کو بھی زکوہ دینا لینا جائز نہیں ہے۔صدقات نافلہ کی گنجائش ہے۔

مسئلہ : ماں ہاشمی ہیں اور باپ غیر ہاشمی ہے۔یہ محتاج اور مستحق زکوۃ ہیں تو اسے زکوۃ دے سکتے ہیں۔اس لئے نسل باپ سے چلتی ہے۔

مسئلہ : اگر ان حضرات میں سے کوئی غریب ولاچار ہوں تو ان کو صدقات وزکوۃ سے مدد کرنے کے لئے کسی غیر ہاشمی سادات غریب کو مالک بنا کر ان کے ذریعے سے ان سادات تک مال پہنچا کر نہایت شدت کی حالت میں ان کی مدد کی جاسکتی ہے۔یہ جائز ہے۔

مسئلہ : مطلقہ بیوی کو عدت کے خرچ میں زکوہ دینا جائز نہیں ہے۔کیوں کہ یہ خرچ مرد پر الگ سے وجب ہے۔اگر مرد خود ہی مقیر اور محتاج زکوۃ ہے تو کسی نے اس کو زکوۃ کی رقم دی۔جس سے مطلقہ کی عدت کا

خرچ دیا تو اب یہ جائز ہے۔

مسئلہ : ماں ہاشمی ہیں اور باپ غیر ہاشمی ہے۔ یہ محتاج اور مستحق زکوۃ ہیں تو اسے زکوۃ دے سکتے ہیں۔اس لئے نسل باپ سے چلتی ہے۔

شرائط زکوۃ

درج ذیل شرائط کے پائے جانے پر زکوۃ نکالنا ہر حال میں ضروری ہے۔

(۱) : مسلمان ہونا۔کافر پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

(۲) : بالغ ہونا۔نابالغ پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

(۳) : عاقل ہونا۔مجنون اور ایسا شخص جس کے دماغ کوئی مرض پیدا ہو گیا ہو، جس سے اس کی عقل میں فتور آ گیا ہو تو ان پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

(۴) : آزاد ہونا۔غلام پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

(۵) : اسی طرح زکوۃ کی فرضیت واقف ہونا اور اسے دارالاسلام میں ہونا ہے۔پس جو دارالاسلام میں نہ رہتا ہو اور زکوۃ کی فرضیت سے ناواقف ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں۔

(۶) : ایسے مال کا مالک ہونا یا اس کے وکیل کے قبضے میں ہونا، جو اس کے پاس سال بھر رہے۔پس کھیرا، خربوزہ، تربوز وغیرہ اور ترکاریوں پر زکوۃ نہیں۔

(۷) :زکوۃ کی فرضیت کے لئے مال والے کا مال پر ملکیت تامہ کا ہونا ہے۔

(۸) :ایسے قرض سے محفوظ ہونا جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے۔خواہ اللہ جل شانہ کا ہی قرض مثل زکوۃ، عشر، خراج کیوں نہ ہو۔

(۹) :ضروریات زندگی جن کے بغیر چارہ نہیں ایسی ضروریات زندگی سے زائد ہو۔ذاتی اخراجات والے مال پر زکوۃ نہیں۔

(۱۰) : فرض و قرض سے فارغ اور خالی ہو۔کیوں کہ مقروض خود محتاج مال ہوتا ہے۔

(۱۱) : مال نامی یعنی بڑھنے والا ہو۔نمو حقیقی ہو مثلاً جانوروں کی پیدائش سے ایک سے اکیس جانور ہو جانا۔اسی طرح زمین سے دانہ کا بڑھنا۔تجارت سے مال کا بڑھنا۔

(۱۲) : شرعی مقرر کردہ نصاب کے بقدر مال پہنچا ہو۔

(۱۳) : مال پر سال گذر چکا ہو۔

(۱۴) : زکوۃ حلال کمائی سے میں سے ہو۔مال حرام میں سے نہ ہو۔یعنی مال جرائم وغیرہ

سے کمایا ہوا نہ ہو۔

زکوۃ دینے کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) : مسلمان ہونا۔کافر کو زکوۃ دینا صحیح نہیں۔
(۲) : عاقل ہونا۔ناقص العقل کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادانہیں ہوگی۔
(۳) : بالغ ہونا۔نابالغ کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادانہیں ہوتی۔
(۴) : زکوۃ دیتے وقت زکوۃ کی نیت کرنی۔اگر کسی کا مال فقیر و مستحق کے پاس پہنچ جائے اور زکوۃ کی نیت نہ کی تھی۔فقیر نے وہ مال خرچ کردی تھی۔اس کے بعد نیت کر لی کہ اس کے پاس جو مال تھا میں نے اس کے زکوۃ کی نیت کر لی۔مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے اس کو درست نہیں لکھا ہے۔یہ صحیح نہیں ہے۔
(۵) : جسے زکوۃ دے رہا ہے۔اسے مال کا مالک بنادینا۔ملکیت تامہ نہ کیا تو زکوۃ ادانہ ہوگی۔
(۶) : مستحقین زکوۃ ہی کو زکوۃ دینا۔غیر مستحق کو زکوۃ دنے سے زکوۃ ادانہیں ہوگی۔

نصاب زکوہ
معدنی اشیا یعنی۔سونا و چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب

دنیا میں اصل مال ''سونا'' اور ''چاندی'' ہی ہیں۔ان میں بھی ۴۰/واں حصہ زکوۃ دینا فرض ہے۔رسول اللہﷺ نے ان کے زکوۃ نکالنے کے لئے بھی جو نصاب کی وضاحت فرمائی ہیں۔وہ عربی زبان کے الفاظ میں قدیم زمانے کے تول کے حساب سے ہے۔فقہ کی کتابوں میں کم سے کم ۲۰۰/درہم چاندی اور ۲۰/مثقال وزن سونے پر زکوۃ واجب قرار دیا گیا ہے۔اب کے نئے دور میں تو اصلی سونے اور چاندی کے سکے رہے نہیں۔اس لئے ان عربی وزنوں کو ہندی مسلمانوں کے حساب کے لئے ہندوستانی اوزوان کے لحاظ سے اس کی مقدارت متعین کرنا ضروری ہوا۔اس وجہ سے علمائے ہند نے ان عربی اوزوان کو ہندوستانی کرنسی میں تبدیل کر کے ہندوستانی اوزان مقرر کی ہیں۔

لیکن مختلف علمائے کرام کی مختلف اوزان مقرر کرنے میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ایک گروہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی ہے۔انہوں نے مولانا موصوف کی ''اوزان شرعیہ'' نام سے اس موضوع پر مستقل کتاب ہی تحریر کی ہیں۔انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہندوستانی چاندی کے حساب سے

ساڑھے باون تولہ چاندی کی مقدار چھتیس تولہ ساڑھے پانچ ماشہ مقرر کی ہیں۔اس اعتبار سے چاندی کی زکوۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ۱۰ر تولے ساڑھے پانچ ماشے بنتی ہے۔

اسی طرح ۲۰ر مثقال سونے کی مقدار پانچ تولہ اڑھائی ماشہ مقرر کی ہیں۔جس کی زکوۃ چالیسواں ایک ماشہ ساڑھے چار رتی سونا ہوئی۔مولانا عبدالشکور لکھنوی مؤلف کتاب ''علم فقہ'' نے علم فقہ میں ،اسی طرح مولانا عبد الصمد رحمانی نے اپنی کتاب ''کتاب العشر والزکوۃ'' میں ،علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی اسی تحقیق کو اختیار کی ہیں۔

دوسرا گروہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور حضرت مولانا مفتی اشرف علی تھانویؒ کی ہے۔ان لوگوں نے ۲۰۰ر درہم چاندی کا نصاب باون تولہ چھ ماشہ (جو عموماً ساڑھے باون تولہ سے مشہور ہے) مقرر کی ہیں۔علامہ ڈاکٹر عبدا لرحمٰن حسن حبنکہ میدانی شامی سابق پروفیسر جامعہ ام القری مکۃ المکرّمہ نے اپنی کتاب فریضۂ زکوۃ کی آسان تفہیم وتشریح'' کے ص:۱۸ر پر چاندی کے دوسو درہم کو ۲ء۶۳۴ر گرام خالص چاندی کے برابر مقرر کی ہیں۔ان کے نزدیک شرعی درہم ۱۷۱ء۳ر گرام کے برابر ہے۔

اسی طرح حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور حضرت مولانا مفتی اشرف علی تھانویؒ نے ۲۰ر مثقال سونے کا نصاب سات تولے چھ ماشے مقرر کی ہیں۔اسی طرح علامہ ڈاکٹر عبدا لرحمٰن حسن حبنکہ میدانی شامی سابق پروفیسر جامعہ ام القری مکۃ المکرّمہ نے اپنی کتاب فریضۂ زکوۃ کی آسان تفہیم وتشریح'' کے ص:۱۸ر پر ایک مثقال ۵۳ر۴ر گرام اور انہی کے بقول بعض لوگوں کا قول ۲۰ھ مثقال ۸۵ر گرام کے مساوی لکھا ہے۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی نے اختیار کی ہیں۔حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور حضرت مولانا مفتی اشرف علی تھانویؒ کی تجویز کو اختیار کیا ہے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ان دونوں رایوں میں پہلی رائے یعنی حضرت علامہ عبدالحی لکھنویؒ اور ان کے متبعین حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی اور حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی کی رائے کو فقراء ومحتاجوں کی زیادہ رعایت کے سبب احتیاط پر مبنی قرار دیتے ہوئے واضح کی ہیں کہ ۵۲ تولہ ٦ ماشہ چاندی کا نصاب اور ٦ ر تولہ ٦ ر ماشہ سونے کا نصاب کو پسند فرمایا ہے۔لیکن انہوں نے بھی احتیاطی پہلو اور تقوی کا لحاظ کرتے ہوئے ۳٦ تولہ ساڑھے ۵ر ماشہ نصاب چاندی کا اور ۵ر تولے ڈھائی ماشے نصاب سونے کے حساب سے زکوۃ نکالنے کے لئے مشورہ دیا ہے۔

مولانا موصوف نے اس نصاب کو موجودہ گرام میں ،ایک تولہ ۱۱.٦٦۴ کے حساب سے ۵۲۔۲ر۱ تولہ کا وزن ٦۱۲ر گرام اور ۳٦۰ ملی گرام لکھا ہے۔اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ آج کل ۱۲ر ماشہ

۱۱ء۶۶۴ رگرام کی جگہ ۱۰رگرام کا تولہ مروج ہے۔اس اعتبار سے ۶۱ رتولہ ۲رگرام ۳۶۰ ملی گرام چاندی کا نصاب متعین کی ہیں۔اسی طرح سونے کا نصاب اس گرام کے حساب سے ۸۷ء۴۸۰ر گرام ہوتا ہے۔لکھا ہے۔ جسے ۱۰رگرام کے تولہ کے لحاظ سے انہوں نے ۸رتولے ۷رگرام اور ۸۰رملی گرام مقرر کی ہیں۔

میرے نزدیک حضرت المحترم ذوالمجد والکرم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی یہ تحقیق بہت مناسب ہے۔اسی اعتبار سے زکوۃ نکال دی جائے۔

مسئلہ : کپڑوں میں لگے سونے وچاندی کے تار، گوٹے، لچکے اسی طرح گھڑی میں لگے سونا اور چاندی یا سونے کی زنجیر چاندی کی زنجیر جو الگ کی جاسکتی ہو تو حنفیہ کے نزدیک اس پر حساب لگا کر زکوۃ واجب ہے۔اگر سونے وچاندی کا پانی چڑھایا ہوا ہے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : سونے وچاندی سے بنائے گئے مصنوعی اعضائے جسمیہ مثلاً دانت، ناک، آنکھ وغیرہ تو اگر یہ اعضئے مصنوعی بآسانی نکالے اور فٹ کئے جاسکتے ہوں تو ان پر زکوۃ واجب ہے۔اسی طرح جو نہیں نکالے جاسکتے ہوں ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔لیکن اکثر علماء کا خیال ہے کہ جب یہ سونا اور چاندی انسان کی حاجت اصلیہ والی بنیادی ضرورت میں مدغم ہو جائے تو ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔میرا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

مسئلہ : معدنیات میں صرف سونے اور چاندی پر زکوہ ہے۔باقی چیزوں پر زکوۃ نہیں ہے۔اس لئے ہیرے اور جواہرات پر بھی زکوۃ نہیں ہے۔ہاں جب ان کی تجارت کی جانے لگے اور ان سے نفع حاصل ہونے لگے تب ان کے نفعع اگر بقدر نصاب نفع ہے تو زکوۃ اس نفع پر واجب ہے۔

مسئلہ : صنعتی اوزار، مشینیں اور چیزیں دو قسم کی ہیں۔ایک وہ جو مستعمل ہیں۔نیز ان کا اثر چیز میں باقی نہیں رہتا ہے۔دوسری یہ کہ بعینہ چیز میں فٹ کر دی جاتی ہے جیسے میکانیکل ٹولس جن سے بقدر ضرورت کام لیا جاتا ہے۔پس صنعتی اوزار، مشینیں اور چیزیں جو مستعمل ہیں، اور ان کا اثر چیز میں باقی نہیں رہتا ہے۔ان پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔انہی میں مشینیں، گھڑی ساز، بڑھئی، لوہار، موٹر سائیکل درست کرنے والوں اور کاشتکاروں کے صنعتی اوزار داخل ہیں۔ان سب پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔دوسری قسم کی چیز جو جوب بعینہ چیز میں فٹ کر دی جاتی ہیں۔جن میں گھڑی، ریڈیو، کمپیوٹر، موبائل موٹر سائکل کے قابل فروخت اجزاء یعنی پارٹس شامل ہیں۔ان سب پر مال تجارت ہونے کے سبب زکوۃ واجب ہے۔

زکوۃ میں حیلۂ تملیک : زکوۃ میں حیلۂ تملیک میں اختلاف ہے۔بعض فقیہ جائز کہتے ہیں۔بعض ناجائز۔مگر ہر مسائل و معاملات میں سوچویشن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔جس طرح سے ایک ڈاکٹر مریض کے سوچویشن اور کیفیت کے پیش نظر علاج کرتے ہوئے دوا تجویز کرتا اور بدلتا رہتا ہے۔جب مریض کا مرض ختم ہو جاتا ہے تب دوا بھی منع کر دی جاتی ہے۔

اسی طرح انسان کے حالات کے پیش نظر حکم الٰہی بھی بدلتا رہتا ہے۔اس لئے انسان کو مسائل پر عمل

کرنے میں اپنے حالات وسوچویشن کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔اسی کے پیش نظر عام اور درست حالت میں سور یعنی حرام جانور کلی طور پر حرام ہے۔مگر خود وہی خدا جس نے حرام جانور کے استعمال کے تعلق سے حرام کا فتوی دیا تھا۔ایمر جنسی اور جان بچانے کی حالت میں بقدر ضرورت استعمال کرنے کو جائز کہتا ہے۔چونکہ زکوۃ کا حکم بھی اسی رب کی طرف سے دیا گیا ہے۔اس لئے بلاشبہ اس حکم کے اندر بھی سوچویشن اور" الحکم علی الحالة" "کہ حکم حالت پر لگتا ہے" قاعدہ کا لحاظ کیا جائے گا۔پس عام حالت میں زکوۃ کی ادائیگی بلاشبہ بعینہ اس کے حکم اصلی کے موافق نصاب تک پہنچ جانے کے بعد مستحقین زکوۃ کے منجانب اللہ متعین کردہ ۸؍لوگوں کے درمیان ہی تقسیم کی جائے گی۔جس کی تفصیل "زکوۃ ان لوگوں کو دے سکتے ہیں" عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔

مگر جب حالات دیگر گوں ہوں۔دارالاسلام نہ ہو۔مسلمان پریشان حال ہو۔اسے اسٹینڈ ہونے کی ضررت ہے۔مسلمان لوگ کمزور بھی ہو۔زکوۃ کی اجتماعی رقم کے علاوہ کوئی رقم بھی نہ ہو۔مدارس اسلامیہ کو اسلامی قوانین کی اشاعت کے لئے چلانا بھی چونکہ فرض ہے۔جب مدارس ہی نہ رہیں گےتو یتیم بچے بچیوں کو صرف کھان و پان اور جینے کے لئے زکوۃ کی رقم دے کر کیا فائدہ؟ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ یتیم بچے اور بچیاں کھا پی کر دینیات کو بھی سیکھیں۔ان میں سے کچھ حافظ بنیں اور کچھ عالم دین بنیں۔اسلامی قوانین کے محافظ بن کر اسلامی طرز معاشرت کو قائم کریں۔یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے۔

اس لئے نہایت مجبوری کے عالم میں زکوۃ کے رقوم کو حیلۂ تملیک کر کے اسلامی اشاعت کے ہر ضروری کام میں بقدر ضرورت استعمال کرنا بوقت ضرورت جائز ہوگا۔اس طرح کے حالات میں حیلۂ تملیک جائز ہے۔ویسے تو ہر چیز میں نفع اور نقصان ہے۔سست و مفاد پرست اور نیت کے خراب قسم کے لوگ ہر چیز میں اپنے مفاد کو دیکھ کر مفاد کی راہ کی طرف بہک جاتے ہیں۔اس لئے ہر معاملے میں اولا نیت کی درستگی ضروری ہے۔واقعی نیت کی درستگی کے ساتھ کوئی شخص زکوۃ کے رقوم کو حیلۂ تملیک کر کے ضروری علاقوں میں اسلامی اشاعت کی چیزوں میں خرچ کرتا ہے تو وہ جائز ہی نہیں قابل تحسین ہے۔

مسئلہ : نیت کی درستگی کے ساتھ نہایت ضروری حالات میں زکوۃ کے علاوہ کوئی دوسری رقم نہ ملے تو دینی مصلحت کے پیش نظر دینی مدارس کے اساتذہ کی تنخواہ میں،مسجد کی ضرورت میں،مدرسوں کی ضروری تعمیرات میں،زکوۃ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں۔مگر دھیان رہے کہ انتہائی کوشش کر کے ایسے حالات بنا لینا ضروری ہے کہ زکوۃ کے مخصوص مستحقین تک زکوۃ کے رقوم پھر پہنچنے لگے۔

مسئلہ : میت کی تجہیز وتکفین میں زکوۃ کی رقم نہیں لگا سکتے ہیں۔مگر کوئی ایسی میت ہے،جس کی ت جہیز وتکفین کرنے والا کوئی نہیں ہے۔کسی کے پاس زکوۃ کی رقم ہے۔جس سے تجہیز وتکفین ہو سکتی ہے تو اس کے لئے حیلہ یوں کر سکتے ہیں کہ اس میت کے اہل وعیال میں سے محتاج کو زکوۃ کی رقم دے کر مالک بنا دیا جائے۔اس کے بعد وہ محتاج شخص اس رقم کا مالک بن کر میت کی تجہیز وتکفین اس مال سے کر دے تو درست ہے۔یہی حیلہ کہا جاتا ہے۔یعنی حرام صورت کو حلال صورت میں تبدیل کرنے یا ہونے کی صورت

اختیار کرنی ''حیلہ تملیک'' کہلاتی ہے۔

مثلاً کہیں پر پانی کی بہت دقت ہے۔ مگر نالا وغیرہ کے پانی کو مشین کے ذریعے فلٹر کر کے پاک وصاف کر کے اسے پینے کے قابل بنا کر لوگ استعمال کرتے ہیں۔ کیوں کہ بغیر پانی کے کام چلنے والا نہیں ہے۔ پس جس طرح پانی گندہ تھا۔ فلٹر کر کے مشین کے ذریعے سے اس کو اصل پانی کی طرف لا کر اسے پاک وصاف بنا کر پینے کے قابل بنا دیا گیا جو فلٹر کے بعد پینا درست ہو گیا۔ اسی طرح بوقت ضرورت زکوۃ و صدقات نافلہ کو ایسے حیلے اور کسی غریب کو مالک بنا کر ان کے توسط سے ان لوگوں تک جنہیں زکوۃ کی رقم لینا جائز نہیں مگر وہ خصوصاً ضرورت مند ہیں۔ اسی طرح ان چیزوں میں جن میں زکوۃ وصدقات کے رقوم براہ راست استعمال کرنی درست نہیں ہیں۔ ان میں بوقت ضرورت استعمال کر کے اسلامی شعائر و تہذیب و تمدن کو باقی رکھنے کی غرض سے جائز ہے۔ ان کے علاوہ خواہشات نفسانیہ کے وقت حرام ہے۔

مسئلہ : مکان اور فلیٹ پر جو کہ ذاتی استعمال کے لئے ہے۔ اس پر زکوۃ نہیں ہے۔ ہاں ان سے حاصل شدہ کرایہ اگر نصاب کے بقدر پہنچ گیا تو اس پر زکوۃ ہے۔

اونٹ اونٹنیوں کا نصاب

☆ : **اونٹ** کا نصاب: پانچ اونٹ ہے۔ پس پانچ اونٹ میں یا اونٹی میں ایک بکری دینی ہوگی۔ ۶ر سے ۲۴ر اونٹ میں زکوۃ اتنی ہے۔

☆ : ۲۵ر اونٹ یا اونٹی میں دو برس کی اونٹ یا اونٹی زکوۃ دینی ہے۔

☆ : ۲۶ر اونٹ سے ۳۵ر تک کچھ زکوۃ نہیں۔ ۳۶ر اونٹ یا اونٹنی میں تین برس کا اونٹ یا اونٹی زکوۃ دینی ہوگی۔

☆ : ۳۷ سے ۴۵ر اونٹ یا اونٹی میں زکوۃ نہیں۔ ۴۶ر اونٹ یا اونٹنی میں چار برس کی اونٹ یا اونٹنی زکوۃ دینی ہوگی۔

☆ : ۴۷ تا ۶۰ر تک کی اونٹنی میں یا اونٹ میں زکوۃ نہیں۔ ۶۱ رویں اونٹ میں پانچ برس کی اونٹ یا اونٹی زکوۃ میں دینی ہوگی۔

☆ : ۶۲ سے ۷۵ر اونٹ یا اونٹنیوں میں کوئی زکوۃ نہیں۔ ۷۶ر ویں اونٹ یا اونٹنی پر تین برس کی دو اونٹنیاں زکوۃ میں دینی ہوگی۔

☆ : ۷۰ تا ۹۰ر تک کے اونٹ یا اونٹنیوں میں کچھ نہیں۔ پھر اکانویں اونٹ پر دو چار برس کی اونٹنیاں زکوۃ میں دینی ہوگی۔

☆ : بانویں سے ایک سوبیس تک کچھ نہیں۔ پھر ایک سوبیس سے زائد میں نئے طور سے حساب کیا جائے گا۔ اگر چار زیادہ ہوں تو مضائقہ نہیں۔ جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے یعنی ایک سوپچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور ۲۵ر اونٹ بڑھ جائیں تو ایک، دو برس والی اونٹی اور تیس اونٹ بڑھ جائے تو ایک چوتھے برس

والی اونٹنی پھر جب اس سے بھی اونٹ بڑھ جائے تو پھر نئے سرے سے حساب کیا جائے گا۔یعنی پانچ اونٹوں میں ایک بکری اور پچیس میں ایک دو برس والی اونٹنی اور ٣٦ر میں تیسرے برس والی اونٹنی پھر ٤٦ر ویں چار برس والی اونٹی پھراس سے بڑھ جائے تو ہمیشہ اسی طرح نیا نیا حساب کرتا چلا جائے۔اونٹ کی زکوۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونی چاہئے اگر نر دیتا ہے تو صحیح نہیں ہے۔اگر قیمت دی جائے تو اختیار ہے ۔چاہے تو مادہ کی قیمت ہی دے دے۔

☆ : یاد رہے کہ سونا اور چاندی میں زکوۃ نکالنے کے لئے خاص سونا اور چاندی کی مقدار و وزن کا منقسم چالیسواں حصہ زکوۃ میں نکالنا واجب ہے۔ قیمت نہیں۔البتہ چالیسویں حصے سونا اور چاندی کی موجودہ قیمت لگا کر زکوۃ دے سکتے ہیں۔کیوں کہ چاندی اور سونا کی قیمت ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔نیز مختلف دوکانوں میں مختلف قیمتیں ہوتی ہیں۔اگر اس کی زکوۃ میں قیمت کا اعتبار کر لیں گے تو زکوۃ کے چالیسویں مقدار گھٹ بڑھ سکتی ہے۔اس لئے اولاتو سرکاری نرخ متعینہ جو زکوۃ کالتے وقت جاری ہو اس کو معلوم کر کے اسی حساب سے خالص چاندی اور سونے کے چالیسویں حصے کی قیمت زکوۃ میں ادا کریں۔

☆ : سونا اور چاندی دونوں میں سے کوئی زیادہ ہو اور کوئی ایک کم تو دونوں کو ملا کر نصاب کی مقدار کو ملا کر دیکھیں گے کہ دونوں میں سے کس کے نصاب کی مقدار کے برابر ہوتا ہے یا نہیں۔اگر سونا کے نصاب کے برابر پہنچ جائے تو سونا کے نصاب کے حساب سے زکوۃ نکالیں گے۔اگر چاندی کے نصاب کے بقدر پہنچ جائے تو چاندی کے نصاب کے حساب سے زکوۃ نکالیں گے۔

تجارتی مال پر زکوۃ

مسئلہ : تجارتی مال میں مال کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔یعنی اس تجارتی مال کی قیمت خالص چاندی اور سونے کے نصاب کی مقدار کی جاری قیمت کے برابر پہنچ جائے تو اس پر چالیسواں حصہ زکوۃ نکالنا فرض ہوگا۔

مسئلہ : اگر سونا اور چاندی میکس والا مال ہے جو کہ نصاب کے بقدر پہنچا ہوا ہے تو سونے کے نصاب سے زکوۃ نکالیں گے۔

مسئلہ : اگر سونا اور چاندی کسی مال میں میکس ہے اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی ۔سونا اور چاندی میں سے جو زیادہ مقدار میں ہو اور وہ نصاب تک پہنچ جائے تو اس کی زکوۃ غالب چیز یعنی اگر سونا غالب ہے تو سونا کے حساب سے اور چاندی غالب ہے تو چاندی کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : اگر سونا اور چاندی کسی مال میں میکس ہے اور وہ چیز غالب ہو تو اگر وہ چیز تجارتی مال میں سے ہے تو اس کی قیمت کے اعتبار سے زکوۃ نکالی جائے گی۔اگر تجارتی مال نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ اس میں چاندی یا سونا الگ ہو سکتا ہے یا نہیں۔اگر الگ ہو سکتا ہے تو وہ نصاب کے بقدر ہے تو سونے اور چاندی میں سے جو مقدار میں زیادہ اس کے نصاب کے حساب سے اس کی زکوۃ نکالی جائے گی۔اسی طرح اگر سونا چاندی الگ نہیں ہو سکتا ہے اور شہر میں اس کا عام رواج ہے تب زکوۃ نکالی جائے گی اگر عام رواج

نہیں ہے تو اس پر زکوۃ نہیں نکالی جائے گی۔

مسئلہ : اگر سونا اور چاندی اور تجارتی تینوں مال ملانے کے بعد نصاب کے بقدر مال بنتا ہے تو تینوں میں سے جو مقدار میں زیادہ ہو اس کے نصاب سے زکوۃ نکالیں گے۔

مسئلہ : مشترکہ طور پر تجارتی مال ہو تو اپنے شریک و پارٹنر کے حصوں کو الگ کر کے اپنا خاص مال دیکھیں گے۔ اگر وہ سونے یا چاندی کے نصاب کی مقدار تک پہنچ جاتا ہے، تب زکوۃ نکالی جائے گی۔ ورنہ نہیں نکالی جائے گی۔ سونا اور چاندی کے نصاب کے درمیان میں جو مال ہو جو کہ نہ سونا کے نصاب کے بقدر ہو نا ہی چاندی کے نصاب کے بقدر ہو تو اس کی زکوۃ معاف ہے۔

مسئلہ : زکوۃ واجب ہونے کے بعد مال کے ہلاک ہو جانے سے زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر زکوۃ کا بالکل نکالنے کا وقت ہو گیا تھا۔ تب ضائع ہو گیا اور حاکم وقت کی طرف سے زکوۃ کی وصولی کے لئے حکم بھی آ گیا ہو تو دیکھا جائے گا کہ ہلاکت کس طرح سے ہوئی ہے۔ اگر مال کی ہلاکت میں اپنی غلطی ہے۔ یعنی زکوۃ نکالنے کے خوف سے خود ہلاک کر دیا ہو یا کہ کسی عمل کے سبب مال ہلاک ہو گیا تو دونوں صورتوں میں زکوۃ دینی ہوگی۔ اسی طرح تجارتی مال کو تجارتی مال سے بدل لینے سے مال نصاب کے مقدار سے کم ہو گیا تو زکوۃ نہیں دینی ہوگی۔

مسئلہ : زکوۃ دینے میں اصل چیز دینے اور اس کی اس وقت کے بازاری سرکاری نرخ کے حساب سے قیمت دونوں دینا جائز ہے۔

مسئلہ : اللہ تعالی کے فرمان " لن تنا لو البر حتی تنفقوا مما تحبون" کی وجہ سے زکوۃ میں عمدہ ترین مال دینا واجب ہے۔

مسئلہ : طحطاوی اور مراقی الفلاح فقہ کی کتاب کی تحریر کی روشنی میں تجارتی مال کی قیمت اگر کم ہو، مگر تھوڑے دنوں کے بعد اس کی قیمت بڑھ کر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو جس وقت سے اس کا مال زکوۃ نکالنے کی مقدار میں بڑھا ہے۔ اس وقت سے حساب کیا جائے گا۔ اگر سال اس حساب سے مکمل ہو تو اس کی زکوۃ نکالی جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

مسئلہ : کسی بھی چیز سے حاصل شدہ نفع اگر سال کے اندر اندر حاصل ہوا ہے تو اس نفع کو سال کے اخیر میں اصل مال سے ملا کر دیکھیں گے۔ اگر وہ نصاب کے بقدر پہنچ جائے تو، چاہے اس پر ایک سال مکمل نہ گذرا ہو پھر بھی اس کی زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : ایک مال کے دو نصاب ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملایا نہیں جا سکتا ہو۔ پھر کہیں اور سے کچھ روپیہ حاصل ہو گیا تو دونوں کو ملا کر نصاب کے بقدر پہنچ جاتا ہے تو زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : عادل حاکم وقت کو عام لوگوں سے دارالاسلام میں زکوۃ وصول کر کے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ ایسے عادل بادشاہ کو زکوۃ کوئی نہ دیتا ہو تو حاکم کو اسے قید کرنے کا حق ہے۔

مسئلہ : ظالم حاکم کو زکوۃ کا مال وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔ اگر زبردستی مال زکوۃ وہ وصول کرتا

ہے تو ظالم بادشاہ کے اخراجات کی تحقیق کی جائے گی۔ اگر وہ مستحقین تک واقعی پہنچا دیتا ہے تو حرج نہیں۔ ورنہ درمختار میں ہے کہ زکوۃ دوبارہ نکالنی ہوگی۔

مسئلہ : سال ختم ہونے سے پہلے یا اگلے سال کا فی الوقت زکوۃ نکالدے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ : حرام مال کو حلال مال کے ساتھ میکس کر دیا گیا ہو جو نصاب تک پہنچ جاتا ہو تو ان سب مالوں کی زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : زکوۃ کے واجب ہونے کے بعد زکوۃ نکالنے سے پہلے ہی مر گیا تو اگر وہ زکوۃ نکالنے کے لئے وصیت کیا ہے تب تو زکوۃ میں تہائی مال نکالی جائے گی۔ اگر وارثین تہائی مال نہ دے تو جس قدر بھی وہ لوگ دے۔ لے کر زکوۃ ادا کر دی جائے گی۔

مسئلہ : زکوۃ نکالنے میں شک ہو جائے کہ نکالا ہوں یا نہیں! تو زکوۃ نکالدینا چاہئے۔

قرض والے مال کی زکوۃ

قرض والے مال پر زکوۃ کی صورت میں تفصیل ہے۔ اس تفصیل کو سمجھنے سے پہلے قرض کی حقیقت اور اس کی قسمیں جان لینا ضروری ہے۔ اس لئے جانئے کہ قرض یعنی دین کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کا نام ''**دین قوی**'' ہے۔ دوسری قسم کا نام ''**دین متوسط**'' ہے۔ تیسری قسم کا نام ''دین ضعیف'' ہے۔

دین قوی: وہ دین ہے جو کسی کو قرض دیا گیا ہے، زکوۃ واجب شدہ مال کا عوض مال ہو۔ جیسے کسی سائمہ بکری کسی کے ہاتھ ادھار فروخت کی تو اس کی قیمت خریدنے والے کے ذمہ دینا یہ ''دین قوی'' کہلائے گا۔ اسی طرح تجارتی مال ادھار فروخت کیا۔ جس کی قیمت خریدنے والے پر دینی واجب ہوگا۔ یہی واجبی رقم ''دین قوی'' ہے۔

دین متوسط : وہ دین ہے جو ایسے مال کا بدل ہو جس پر زکوۃ واجب نہیں تھی۔ جیسے کسی نے غلام یا سائمہ بکری ادھار بیچی جس کی قیمت خریدنے والے پر واجب ہے تو خریدے والے کے ذمہ یہ دین ''دین متوسط'' ہے۔ اس پر سال اس کی اصل کے زمانہ سے نہیں شمار کی جائے گی۔

دین ضعیف: وہ دین ہے جو کسی مال کے بدلے میں نہ ہو بلکہ جان و جرم کے بدل ہو۔ جیسے نکاح کا مہر ''دین مہر'' ہے۔ دیت کا واجبی رقم ''دین دیت'' دین کتابت، دین خلع!

مسئلہ : نکاح کا مہر ''دین مہر'' ہے۔ دیت کا واجبی رقم ''دین دیت'' دین کتابت، دین خلع! ان سب دیون کی زکوۃ دائن پر واجب نہیں ہے۔ ہاں جب قبضے میں آ جائے اور نصاب کے بقدر ہو اور سال گذر چکا ہے تو تب نکالی جائے گی۔

مسئلہ : دائن یعنی قرضہ دینے والے کے پاس مدیون یعنی جسے قرضہ دیا ہے اور دائن کے پاس اس کا ثبوت موجود ہے یا مدیون بھی انکار نہیں کرتا ہے تو اس دین والے مال کی اگر نصاب کے بقدر ہے تو دائن پر دین قوی ہو کہ متوسط زکوۃ نکالنی واجب ہے۔ لیکن دین قوی ضعیف ہو تو مال کے قبضہ میں آنے سے

پہلے پہلے زکوۃ واجب نہیں ہے۔اگر مال قبضہ میں آ گیا تو زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : دائن یعنی قرضہ دینے والے کے پاس مدیون یعنی جسے قرضہ دیا ہےاوردائن کے پاس اس کا ثبوت موجود نہ ہو یا مدیون قرضہ لینے والا بھی انکار کرتا ہے تو اس دین والے مال کی اگر نصاب کے بقدر ہے تو بھی دائن پر زکوۃ نکالنی واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : دین ضعیف مثلاً مہر دین مکمل مل گیااور وہ سال بھر باقی رہا۔اس کے بعد عورت کو خلوت صحیح کے بغیر طلاق ہوگئی تو اس دین ضعیف مال مہر میں سے نصف مہر واپس کردے تو وہ مہر نقد یعنی سونے چاندی کی قسم سے ہے تو عورت پر کل مہر کی زکوۃ نکالنی ہوگی اگر سونا چاندی کے علاوہ قسم سے ہے،اور وہ بقدر نصاب پہنچ چکا ہے تو نصف مہر رقم کی زکوہ نکالنی ہوگی۔

مسئلہ : ہبہ شدہ مال ایک سال کے بعد واپس لے لے تو اس سال کی زکوۃ اس پر واجب ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی زکوۃ نہ دینی پڑے اس نیت سے زکوۃ کا سال ختم ہونے کے قریب مال کسی کو ہبہ کردے اور پھر بعد میں وہ مال واپس لے لے تو زکوۃ تو ساقط ہو جائے گی۔مگر یاد رہے یہ کام مکروہ تحریمی ہے۔اس صورت میں فقیر کا نقصان اور ان کے حق کو باطل کرنا ہے۔اسی طرح زکوۃ کا دروازہ بھی بند کرنا ہے۔ان دونوں حرام فعل کے سبب یہ شخص گنہگار ہوگا۔اس سے دوسرے لوگ بھی دیکھا دیکھی ایسا ہی کرنے لگیں گے۔جتنے لوگ اس کے اس فعل حرام کی نقل کریں گے سبھوں کے گناہ کا عذاب اسی کے سر ہوگا۔

''باؤنڈز'' دراصل قرض کی سند اور دستاویز سرٹیفیکیٹ ہے۔اب اس کی بھی تجارت ہونے لگی ہے۔یہ حرام ہے۔اس کی حیثیت ''دین قوی'' ہی کی ہے۔اس لئے قرض کی وصولی کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرنی پڑے گی۔سود کی شکل میں جو رقم حاصل ہوتی ہے وہ حرام ہونے کے سبب کل واجب التصدق ہے۔اگر اسے صدقہ نہیں کیا تو اس کا حکم بھی دیگر مالوں کی طرح ہے۔اگر اسے مال حلال کے ساتھ ملا دیا ہے تو سودی رقم کا حساب ممکن نہ ہو تو حنفی رائے کے موافق دوسرے مال کے ساتھ ملا کر ہی اس کی بھی زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : گڈول (Good Will) پر فروخت کی ہوئی بلڈنگ کی رقم پر زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : باپ نے نابالغ بچی کو اپنی طرف سے سونا دلا کر مالک بنا دیا۔اس لڑکی پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔جب بالغ ہو جائے گی۔تب اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔اگر بچی کو صرف پہننے کے لئے باپ نے سونا دلایا ہے۔اصل مالک اور متصرف باپ ہی ہے تو پھر اس کی زکوۃ باپ پر واجب ہے۔

مسئلہ : سمندر سے نکالی جانے والی چیزیں عنبر،مونگا،مچھلی وغیرہ پر تجارت کی صورت میں زکوۃ ہے۔ورنہ نہیں ہے۔

مسئلہ : مکان،دوکان کے کرایہ دار جو رقم مالک مکان ودکان کو پگڑی یعنی اڈوانس کے طور پر دیتا ہے اس کی زکوۃ مالک مکان اور مالک دوکان پر واجب ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں ایگریمنٹ ہوتا

ہے جو پروف ہوتا ہے کہ یہ مال کرایہ دار اس کو مالک بنا دیا ہے۔ نیز کرایہ دار بھی جانتا ہے کہ یہ مال مالک استعمال کرے گا۔ نیز مالک بھی اسی لئے اڈوانس لیتا ہے کہ وہ اسے استعمال کر کے اپنی ضرورت پوری کرے گا۔ اس لئے اس رقم کی زکوۃ جب تک مالک مکان کے پاس ہے مالک ادا کرے گا۔ جب کرایہ دار کے پاس آ جائے گا۔ تب وہ ادا کرے گا۔ تاتارخانیہ کی عبارت ہے" الملك التام....ان يكون ملكه ثابتا من جميع الوجوه "اس کی دلیل ہے۔

مسئلہ : نفع مل جانے کی نیت سے بیچنے کی نیت سے خریدی ہوئی چیز پر جب تک فروخت نہ کرے اگر چہ وہ نصاب کے بقدر بھی ہے، تب بھی زکوۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : ٹرانسپورٹ، بسیں برقی ٹرانفرمیشن چیزوں میں سے ٹرانسپورٹ سے حاصل شدہ نفع پر زکوۃ واجب ہے۔ برقی ٹرانشفر اگر طاقت گھٹانے بڑھانے کے لئے ہے زکوۃ نہیں ہے البتہ اس کا نفع بقدر نصاب ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : مشترکہ کاروبار جیسے آج کل لیمیٹیڈ کمپنیاں کھول کر مال کمانے کا عام رواج ہے۔ ان کمپنیوں کے مجموعی سرمایہ نصاب کے بقدر ہے یا اس سے زائد ہونے کے باوجود اگر مجموعی مالیت کو شرکت کرنے والے لوگوں پر تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک کے حصے نصاب سے کم ہوں تو زکوۃ واجب نہیں ہے۔ اگر نصاب کے بقدر حصص ہیں تو زکوۃ واجب ہے۔ یہ زکوۃ مشترکہ طور پر حساب کر کے بھی نکال جا سکتی ہے اور الگ الگ بھی نکالی جا سکتی ہے۔ بہتر ہے کہ منفردا نکالی جائے۔ تاکہ اپنے اپنے خاندان کے غرباء کو بآسانی تقسیم کر سکے۔

مسئلہ : فنڈز پر زکوۃ کی مختلف صورتیں ہیں۔ گورنمنٹ پرائیوٹ فنڈ (GNPF) میں حکومت کی حیثیت اجرت پر رکھنے والی (مستاجر) کی ہوتی ہے۔ ملازم کی حیثیت اجیر یعنی نوکر کی ہوتی ہے، جو رقم حکومت کے قبضے میں ہوتی ہے۔ اس پر نوکر یعنی ملازم کا کلی قبضہ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ملکیت تامہ نہ ہونے کے سبب اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : حکومت کے قبضے میں جمع رقم جب ملازم کو مل جائے اور وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے، تب اس پر زکوۃ واجب ہے۔ کیوں کہ اب یہ کلی مال کا مالک ہو گیا۔ البتہ جب سے مال کا مالک ہوا ہے تب ہی سے زکوۃ کا حساب ہوگا۔ اس سے پہلے سالوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ : زکوۃ کے لئے اصولی طور پر ملکیت تامہ ہونی، سال کا گذرنا، شرط ہے۔ جن جن مال میں یہ شرط پائی جائے گی۔ وہاں وہاں، اُن اُن مالوں پر زکوۃ نکلے گی۔

مسئلہ : زکوۃ نکالنے میں موجودہ قیمت اور نرخ سرکاری کا اعتبار ہوتا ہے۔

شیرز کمپنی کی زکوۃ

مسئلہ : شیرز کی صورت بھی آج کل مستقل تجارت کی سی بن گئی ہے۔ اس لئے یہ اب خود سامان

تجارت کے مثل ہے۔اس لئے اس میں بھی زکوۃ واجب ہے۔ جولوگ اس نیت سے حصص خریدے کہ حصص کو باقی رکھتے ہوئے کمپنی جونفع دے اس سے وہ استفادہ کررہا ہے تو حصص کی زکوۃ اصل قیمت کے لحاظ سے ادا کرنی ہوگی۔ جسے خود کمپنی تسلیم کرتی ہے۔لیکن جن لوگوں نے اس نیت سے حریدا کہ قیمت بڑھنے کے بعد فروخت کریں گےتو ان لوگوں کو موجودہ مارکیٹ کی قیمت کے لحاظ سے حصص کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

مثال کے طور پر کمپنی کے نزدیک اس کی قیمت ۲۵۵/روپئے۔بازار میں حصص ڈھائی سو روپئے کے حساب سے فروخت ہورہی ہے۔تو پہلی صورت میں ۲۵/روپئے کے حساب سے اور دوسری صوورت کے حساب سے ڈھائی سو روپئے کے حساب سے قیمت لگا کر زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : ہر کمپنی جوشیئرز بیچتی ہے اس کی تجارت کے اعتبار سے ہی زکوۃ نکالی جائے گی۔پس اگر کمپنی اگر زراعتی ہے تو اس پر عشر کے اعتبار سے زکوۃ عشر نکالی جائے گی۔اگر کمپنی تجارتی مال دیگر کی ہے تو اس پر نصاب زکوۃ کی مقدار کے بعد زکوۃ نکالی جائے گی۔اگر کمپنی مویشی گائے بیل بھینس اور اس کے چمڑے کی ہے تو ان کے نصاب کے حساب سے زکوۃ نکالی جائے گی۔ چمڑے پر ان سے حاصل ہونے والے نفع کے بقدر نصاب ہونے پر زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : تنخواہ میں سے جو رقم پرائیوٹ فنڈ کے نام پر کاٹ لی جاتی ہے۔یہ اجرت ہے۔اس رقم پر بڑھا کر جو نوکری ختم ہونے کے بعد ملتی ہے، وہ انعام ہو یا کہ اجرت! چونکہ ملازم اس کا جب تک اس کے قبضے میں آنہ جائے مالک نہیں۔اس میں ملنے کے بعد اگر بقدر نصاب ہے تو زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : پیشگی کرایہ اور ڈپازٹ رقم پر ملکیت مالک مکان کی ہوتی ہے۔اس لئے مالک مکان اس کی زکوۃ نکالے گا۔

ثمن اور قیمت میں فرق اور ہول سیل کی زکوۃ

بائع یعنی مال بیچنے والے اور مشتری یعنی مال خریدنے والے کے درمیان طے شدہ ریٹ کو ''ثمن'' کہتے ہیں۔اسی طرح چیز یا مال کے بازاری جو بھاؤ ہوتا ہے اس کو ''قیمت'' کہتے ہیں۔ قیمت میں شرعاً سرکاری قیمت کا اعتبار ہوتا ہے۔

مسئلہ : تجارتی مال میں ہول سیل ہے تو ہول سیل کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔اگر پھٹکر اور چلر قیمت ہے تو پھٹکر ہی کا حساب سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

زکوۃ کے دیگر مسائل

مسئلہ : ٹیکس میں زکوۃ ادا کر دینا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ زکوۃ ایک عبادت ہے اور ٹیکس حکومت

کی طرف سے مقررہ مال ہے۔ جس میں عبادت کی نیت نہیں اور نا ہی اس میں نصاب متعین ہے۔

مسئلہ : سکہ رائج الوقت سے بھی زکوۃ نکالی جائے گی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کاغذی نوٹ کو "ثمن" کہا ہے۔ دیگر علماء نے اسے وثیقہ اور قرض کے سند کی سی کہا ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ نے اس کو قیمت اور مستقل مال کی حیثیت کو کہا ہے۔ پہلی رائے سے مال کے بجائے مال خرید کر زکوۃ دینی ہوگی۔ میرے نزدیک کاغذی نوٹ مستقل مال کی حیثیت کا ہے۔ اس لئے اس کی زکوۃ اور اسی سے زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : دینی مدارس کے بچوں کے لئے زکوۃ دینے میں اشاعت دین اور کفالت غرباء اور حفاظت قرآن وغیرہ کا مجموعی ثواب ہے۔ اس لئے مدارس میں پہلے نمبر پہ زکوۃ دینا چاہئے۔

مسئلہ : مدارس کے نظماء اور مہتمم لوگ بچوں کے وکیل ہیں نائب ہیں اس لئے ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح یہ لوگ عاملین کے حکم میں بھی ہیں۔ اس لئے ان کا زکوۃ استعمال کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ : رکاز یعنی زمین سے ملے خزانوں پر زکوۃ وہ نکالے گا جو اس کا شرعا مالک بنا ہے۔ واضح رہے کہ شرعا رکاز کا مالک وہی ہوتا ہے جسے یہ خزانے ملے ہیں۔ پس اگر یہ مال بقدر نصاب ہے تو مال پانے والا زکوۃ اس میں سے "خمس" یعنی پانچواں حصہ نکالے گا۔ نکالے گا۔ اگر پایا جانے والا مال سونا چاندی ہے تو مقدار نصاب ہے تو زکوۃ نکالے گا۔ اس میں بھی خمس ہی نکلے گا۔ کیوں کہ بخاریؒ، مسلمؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے اور طبرانیؒ سے عمرو بن عوفؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "مال مدفون میں خمس ہے"۔

مسئلہ : زمین سے نکالے جانے والے اموال پر حدیث نبوی ﷺ "والمعدن جبار" کے تحت زکوۃ نہیں ہے۔ لیکن فقہاء نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ چونکہ یہ بہت محنت و مشقت سے نکالے جاتے ہیں۔ اس لئے فی نفسہ ان چیزوں میں تو زکوۃ نہیں ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں کو تجارت کرنے لگے اور ان سے نفع آنے لگا جو کہ بقدر نصاب ہو جا رہا ہے، تب ان نفع پر زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : عورت کو جہیز میں مال و دولت، سونا و چاندی اس کے والدین کی طرف سے ملے ہیں۔ ان کے مالک عورت ہی ہے۔ اس لئے اگر وہ نصاب کے موافق ہیں تو ان کی زکوۃ عورت ہی نکالے گی۔ اگر عورت کو حساب نہیں آتا ہے تو شوہر سے اور اپنے سرپرست سے راہنمائی لے کر زکوۃ ہر حال میں نکالے گی۔ البتہ جو حوائج ضرور یہ اصلیہ چیزیں ہیں۔ مثلاً دیگچی، پتیلی وغیرہ وغیرہ ان پر زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : مکان، دوکان اگرچہ کروڑوں کے ہوں۔ ان پر زکوۃ نہیں ہے۔ ہاں ان سے نفع اور آمد کی رقم نصابِ زکوۃ کے موافق ہوں تو ان پر زکوۃ ہے۔

مسئلہ : کسی نے کسی غریب کو عیدی کی صورت میں زکوۃ دی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ کیوں کہ زکوۃ کی رقم کو "زکوۃ ہے" بول کر دینا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ : زکوۃ کی رقم سے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔اس لئے کہ یہ خود تصرف کر لیا گیا۔زکوۃ میں غریب کے حق کو اس کے پاس پہنچا کر اسے پوری طرح مالک بنا دینا ہے۔

مسئلہ : فقیر کو چیز کے مالک بنا دینے کو تملیک کہتے ہیں۔جس کے بعد فقیر مال کو کلی اختیار سے کہیں پر خرچ کر سکتا ہے۔اسی طرح فقیر کو چیز کے صرف استعمال کے لئے اجازت دی نے کو ''اباحت'' کہتے ہیں۔اس صورت میں چیز پر کسی دوسری کی ملکیت ہوتی ہے۔

مسئلہ : جسے زکوۃ دینی ہے۔اس کے پاس پہلے سے قرض والی رقم موجود ہے۔اگر وہ رقم نہ لے کر زکوۃ کی نیت کرنے سے بھی زکوۃ ادا ادا ہو جاتی ہے۔شرط یہ ہے کہ قرض لینے والا مستحق زکوۃ ہو۔

مسئلہ : نصاب زکوۃ سے زائد مال ہے تو نصاب سے اوپر مال ''عفو'' کہلاتا ہے۔زکوۃ متعینہ مقدار ہی کی واجب ہے۔اگر کل کی نکال دی تو نور علی نور۔اچھی بات ہے۔

مسئلہ : اگر سونا چاندی کھوٹے ہوں تو ان میں غالب کا اعتبار کر کے زکوۃ نکالیں گے۔

مسئلہ : شوہر نے بیوی کے زیور کو اپنے قرض کے بدلے رہن رکھا ہے تو زکوۃ واجب نہیں ہے۔اسی طرح بعض زیور گروی ہے اور بعض گھر میں ہے۔دونوں کو ملا کر نصاب کو پہنچتا ہے۔مگر جو گروی ہے اس کو چھوڑ کر نصاب کو نہیں پہنچتا ہے تو بھی اس وقت تک زکوۃ نہیں ہے جب تک کہ گروی زیور ہاتھ میں آنہ جائے۔

مسئلہ : بیوی نے اپنا زیور شوہر کو مستقل کاروبار کیلئے دے دی تو اگر سال سے پہلے واپس کر دیا گیا تو زکوۃ واجب نہیں ہے۔اگر سال تمام ہونے کے بعد دیا تو گذشتہ سال کی زکوۃ واجب ہے۔

مسئلہ : ڈاکٹر زکوۃ کی رقم سے غریبوں کو دوائی دیتا ہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ : کلینک میں جو دوائی کھلائی جاتی ہے اور انجکشن لگایا جاتا ہے،اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔کیوں کہ اس میں فقیر کو مالک بنانا نہیں پایا گیا۔

مسئلہ : کئی تنظیمیں زکوۃ وصول کر کے غریبوں کو علاج معالجہ کرواتی ہیں۔قیدیوں کو چھراتی ہیں،ان کا یہ عمل زکوۃ کی رقم سے درست ہے۔لیکن زکوۃ کی رقم سے یتیم حانہ بنوانا درست نہیں ہے۔

مسئلہ : زکوۃ کی رقم سے کتابیں خرید کر مساجد و مدارس میں وقف کر دینا جائز نہیں ہے۔کیوں کہ اس سے مالک بنانا نہیں ہوا۔ہاں غریب بچوں کو کتاب خرید کر دے دینا جائز ہے۔اسی طرح انہیں یا اور کوئی یتیم کو کپڑ اور دیگر ذاتی ضروریات خرید مالک بنا دی تو جائز ہے۔

مسئلہ : موجودہ جاری کرنسی بھی نصاب کے بقدر ہے تو زکوۃ دی جائے گی۔

مسئلہ : گروی رکھا زیور جب تک چھرا نہ لیا جائے زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : زکوۃ علانیہ یا خفیہ دونوں طرح دینے میں ماحول کو دیکھے۔اگر علانیہ دینے سے دوسروں کو

زکوۃ دینے کے لئے ترغیب ملے گی اور وہ بھی اس فریضہ کو ادا کرلیں گے تو وہاں پر زکوۃ علانیہ دینا بہتر ہے۔ بخلاف اس سوچویشن کے زکوۃ خفیہ دینا بہتر ہے۔

مسئلہ : مضاربت یعنی ایک کی رقم اور دوسرے کی محنت سے کاروبار چلایا جارہا ہے تو اس کے منافع کو تقسیم کر کے ہر فرد اگر نصاب کا مالک بنتا ہے تو زکوۃ ہے ورنہ نہیں ہے۔ دونوں کے مال کو ملا کر اگر نصاب تک پہنچا ہے جسے تقسیم کرنے کے بعد مقدار نصاب زائل ہو جائے گی تو زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : چیک کے ذریعہ زکوۃ اس وقت ادا ہوگی جبکہ مال فقیر کے قبضے میں پہنچ جائے، اس سے پہلے معلق رہے گی۔ نہیں پہنچا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ اس لئے یقین سے کام کیا جائے۔

مسئلہ : اگر حافظ، عالم دین مستحق زکوۃ ہیں اور میں کہتا ہوں آج کل ننانوے فیصد حفاظ وعلماء فقیر ہی ہیں۔ اس لئے دیگر لوگوں کو زکوۃ دینے سے بہتر انہی عالم دین اور حفاظ کو زکوۃ کی رقم دینی افضل ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ان لوگوں کو یہ کہہ کر کہ ''یہ زکوۃ کی رقم ہے'' بول کر نہیں دینی چاہئے۔ کیوں کہ اس میں ہتک عزت ہے۔

انگریزی اسکول میں زکوۃ دینا

مسئلہ : انگریزی اسکولوں میں زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ زکوۃ سے مقصد غریبوں کی مدد کرنی ہے۔ اسکولوں میں بھی عموماً غریب لوگ پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے اسکول کے ان غریبوں کو بھی زکوۃ دینی جائز ہونی چاہئے۔ مگر چونکہ جو غریب زکوۃ کی رقم سے مدد لے کر دین اسلام کے خلاف تہذیب سیکھیں۔ غیر اسلامی تہذیب و ذہنیت بنائے۔ اسلامیات و دینیات کی تعلیم سے نابلد رہے۔ ایسے غریب بچے اور بچیوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اس غریب کی مدد کی جائے جو رقم اور مال کو شراب پینے میں خرچ کرتا ہے۔ یاد رکھئے کہ انگلش تعلیم عیسائیت و یہودیت کی تہذیب کی تبلیغ ہے۔ یہاں سے بچے انگلش چلن، لباس، مزاج اور تہذیب سیکھ کر باہر نکلتے ہیں جو عموماً دینیات کی گہرائی سے ناواقف ہوتے ہیں۔

پس اسکول میں زکوۃ دینے کا مطلب غیر مسلم پلاننگ کے تحت ان کے مذہب کی تبلیغ میں مدد کرنا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے'' ولَا تعاونوا علی الثم والعدوان'' حکم کے ذریعے گناہ اور ظلم کی مدد کرنے سے منع کیا ہے۔ اس لئے حتی الامکان اسکولوں میں زکوۃ کی رقم دینے سے گریز کریں اور مدارس اسلامیہ میں خرچ کریں جو کہ اسلامی تعلیم وتہذیب اور کلچر کی اشاعت کے قلعے ہیں۔

ہاں! وہ مسلم اسکولس جہاں اسلامی کلچر کے موافق دنیوی تعلیم دی جارہی ہے اور پڑھنے والے طلبہ و طالبات کا اسلامی ذہن سازی ہورہی ہے، اور انگریزی سیکھ کر اپنے دین متین کی وکالت کریں گے اور اپنی تہذیب میں رہ کر پختہ مسلمان والی اسلامی زندگی گذاریں گے اور اپنی تعلیم سے باطل کو سخت جواب دے کر

اسلام دین کو بڑھائیں گے۔ ایسے اسکولس کے غریب بچوں کی مدد کرنا جائز ہے۔ مگر ایسے اسکول مفقود ہیں۔ بلکہ آج کل کے انگریزی اسکول سے عیسائیت کلچر کی پوری طور پر تبلیغ ہو رہی ہے۔ اس لئے اسکولوں میں زکوۃ کی رقم دینی جائز نہیں ہے۔

بینک کے مال میں زکوۃ

مسئلہ : بینک میں جو مال تنخواہ میں سے کٹتی ہے اسے زکوۃ میں حساب نہیں کر سکتے ہیں۔

مسئلہ : فکس ڈپاژٹ قرض ہی ہے۔ اگر فکس کرنے والا نصاب والا ہے تو زکوۃ ہے۔ ورنہ نہیں ہے۔

مسئلہ : بینک میں جو رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں ی افکسڈ ڈپاژٹ کے طور پر دونوں جمع شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہے۔ کیوں کہ اس مال پرا کاؤنٹ والے ہی کا دراصل قبضہ ہوتا ہے۔ بینک والا اس کے مال کی نیابت کر رہا ہوتا ہے۔

مسئلہ : رشوت، بینک والے سودی رقم انٹرسٹ، انسورنش کے ذریعے حاصل شدہ مال اگر حلال مال میں مل جائے تو اگر الگ کرنا ممکنہ ے تو الگ کر کے اصل حلال مال پر بقدر نصاب ہونے پر زکوۃ ہے۔ اگر ممکن نہ ہو تو اسے بلا نیت ثواب صدقہ مسلمان فقیر کو کردے۔

گائے بھینس کا نصاب

۱ : **گائے** میں نصاب: ۳۰ر گائے ہیں۔ پس ۳۰ر گائے میں ایک گائے اور بھینس پوری ایک برس کی زکوۃ دینی ہوگی۔ اگر دونوں جانور ہیں اور دونوں نصاب کے ہیں تو دونوں میں سے الگ الگ زکوۃ دی جائے گی۔ اگر دونوں ملا کر کسی ایک جانور کے نصاب کو پہنچتا ہے تو جس جانور کی تعداد زیادہ ہے، اس میں سے زکوۃ نکالی جائے گی۔ اگر دونوں جانور تعداد میں برابر ہیں۔ ملا کر کسی ایک کے نصاب کو پہنچتا ہے تو کسی ایک میں سے زکوۃ دی جائے گی۔

۲ : ۳۰ر تا ۳۹ر گائے تک کچھ نہیں۔ پھر ۴۰ر گائے، بھینس میں پورے دو برس کا بچہ دیا جائے گا۔

۳ : ۴۱ر سے ۵۹ر گائے بھینس تک کچھ نہیں ہے۔ پھر ۶۰ر گائے اور بھینس میں دو برس کے کامل بچہ دیا جائے گا۔

۴ : ۶۰ھ سے زائد گائے اور بھینس میں ہر تیس کے اضافہ پر ایک برس کا بچہ اور ہر ۴۰ر میں ۲ر برس کا بچہ اور ۷۰ر میں ایک برس کا بچہ یا دو برس کا بچہ کیوں ۷۰ر میں ایک ۳۰ر نصاب ہے اور ایک ۴۰ر کا بھی ہے۔ جب ۸۰ر ہو جائے تو ۲ر برس کا بچہ کیوں کہ اسمیں ۴۰ر کے دو نصاب ہیں۔ ۹۰ر میں ایک برس کے تین بچے کیوں کہ ۹۰ر میں تیس کے تین نصاب ہیں۔ ۱۰۰ر میں دو برس کے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا۔ کیوں کہ اس میں دو نصاب ۳۰ر کے اور ایک نصاب ۴۰ر کے ہیں۔ جہاں نصاب کا حساب

مختلف ہو جائے تو اختیار ہے۔جس کا اعتبار کریں مثلاً ۱۲۰ میں ۴/نصاب ہیں۔۳۰/کے ۴/نصاب اور ۴۰/کے ۳/نصاب تو اب اختیار ہے کہ ۳۰/کے حساب مان کر زکوۃ ایک برس کے ۴/بچے دیں یا ۴۰/کے اعتبار سے ۲/برس کے ۳/بچے دیں۔غرض ۶۰/کے بعد پھر ہر دہائی سے نصاب بدلتا رہے گا۔دہائی سے کم بڑھے تو زکوۃ میں زیادتی ہوگی وہی زکوۃ دینا ہوگی ج اس سے پہلے دی تھی۔

بھیڑ بکریوں کا نصاب

ا : **بھیڑ، بکریوں** میں: ۴۰/کی تعداد مقرر ہے۔پس ۴۰/بھیڑ بکریوں میں ایک بھیڑ اور ایک بکری زکوۃ میں دینی ہوگی۔

۲: بھیڑ بکریوں میں بھی نصاب میں اگر الگ الگ بھیڑ اور بکریاں نصاب کے ہوں تو الگ الگ زکوۃ نکالیں گے۔اگر دونوں کو ملا کر نصاب کو پہنچے تو ملا کر زکوۃ نکالیں گے اگر برابر ہو تو دونوں میں سے جس کی زکوۃ ملا کر چاہے نکال دیں صحیح ہے۔

۳ : ۴۰/سے کم یا ۴۰/کے بعد ۱۲۰/تک کچھ نہیں۔۱۲۱/میں دو بھیڑ یا بکریاں زکوۃ ہیں۔

۴ : ۱۲۲/سے ۲۰۰/تک کچھ نہیں ہے۔پھر ۲۰۱/میں ۳/بھیڑ یا بکریاں زکوۃ ہیں۔

۵ : ۲۰۲/سے ۳۹۹/تک کچھ زکوۃ نہیں۔پھر ۴۰۰/سو سے زائد ہوں تو ہر ۱۰۰/میں ایک بکری کے حساب سے زکوۃ دینی ہوگی۔

۶ : ۱۰۰/سے کم میں زیادتی میں کچھ نہیں۔بھیڑ بکری کی زکوۃ میں نر و مادہ کی قید نہیں ہے۔ہاں ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہو۔

مسئلہ : درمختار میں ہے کہ اگر سائمہ جانور کا سائمہ جانور سے بدل لینے پر ہلاک کروانا سمجھا جائے گا۔اس لئے اس صورت میں زکوۃ دینی ہوگی۔

مسئلہ : بکری اور ہرن سے پیدا ہوا بچہ وہ بکری میں شمار ہوگا۔اس لئے کہ جانوروں میں نسب ماں سے چلتا ہے۔پس بکری کے نصاب سے اس کی زکوۃ نکالیں گے۔

مسئلہ : اونٹ گائے، بکریاں سبھی قسم کے جانور ہیں تو زکوۃ نکالنے کے لئے اگر سبھی جانور نصاب کے موافق ہیں تو سبھی کی الگ الگ زکوۃ نکالیں گے۔اگر نصاب سے کم ہیں تو جو جانور نصاب سے کم ہے، اس کی زکوۃ نہیں نکلے گی۔اگر سبھی جانور ملا کر کسی ایک جانور کے نصاب کو پہنچتے ہیں تو درمختار کی روایت ’’ ولا تجب الزكاة عندنا في نصاب مشترك من سائمة‘‘ کی دلیل سے کسی پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ : ایک ہی نوع کے مختلف اقسام کو آپس میں ملایا جا سکتا ہے۔مثلاً بکرا، بھیڑ، دنبہ وغیرہ وغیرہ جانور ایک نوع کے ہیں۔اس لئے ان کا نصاب ایک ہے۔گائے، بھینس وغیرہ ایک نوع کے ہیں۔ان کا نصاب بھی ایک ہی ہے۔

غلے اور پھلوں کا نصاب

(۴) ☆ : غلے اور پھلوں کا نصاب: پانچ وسق ہے۔ان مقدار سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ایک وسق ۶۰ رصاع کے برابر ہے۔ایک صاع ۲۱۷۶ رگرام کے برابر ہے۔کلوگرام میں ۶۵۲٫۸ رکلوگرام ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی حدیث ہے'' لَیسَ فِیمَا دُونَ خَمسَةٍ أوسُقٍ مِنَ التَّمَرِ صَدَقة وَلَیسَ صَدَقَةٌ فِیمَا دُونَ خَمسِ أوَاقٍ مِنَ الوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَیسَ فِیمَا دُونَ خَمسِ ذَودٍ مِنَ الأَبِلِ صَدَقَةٌ ''! کہ پانچ وسق کھجوروں سے کم میں زکوۃ نہیں۔پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں۔پانچ اونٹ سے کم میں زکوۃ نہیں۔ان میں سال ہونا شرط ہے۔

مسئلہ : اگر درمیان سال یا کسی لمحہ نصاب کم ہو گیا تو سال منقطع ہو گیا۔پھر اگر اس کے بعد نصاب مکمل ہو گیا تو اس وقت سے دوبارہ سال شروع کیا جائے گا۔جب نصاب مکمل ہو۔امام ابوحنیفہؒ کے بقول سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا وجود معتبر ہے۔ان کے درمیان نصاب کی کمی نقصان دہ نہیں۔اگر کسی کے پاس دوسو درہم تھے۔دوران سال وہ کل ہلاک ہو گئے۔صرف ایک درہم باقی رہا۔اس کے بعد سال کے اخیر میں پھر مکمل دوسو درہم ہو گیا تو اب اس دوسو درہم پر زکوۃ واجب ہے۔لیکن علامہ شوکانی نے نصاب سے مال کم ہو جانے کے بعد جس وقت پھر مال نصاب کو پہنچتا ہے۔اس وقت سے نئے طور پر ایک سال شمار کرنے کے بعد زکوۃ نکالی جائے گی۔

مسئلہ : نفقۃ السنہ کتاب کے اندر ہے کہ صاب کا شمار ہجری سال سے شمار کیا جائے گا۔اسی طرح اس کی ابتداء اس دن سے ہوگی،جس دن سے وہ نصاب کا مالک ہوا ہے۔

مسئلہ : کھیتوں،پھلوں سال گذرنے کی شرط نہیں ہے۔بلکہ اس کے پھل حاصل ہوتے ہیں اور کھیتی کی کٹائی ہوتے ہیں آیت کریمہ'' وَ أٰتُوحَقَّہٗ یومَ حَصَادِہٖ'' کہ کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو'' کی روشنی میں یہ غلے،اور پھل حاصل ہوتے ہیں فرض ہے۔

مسئلہ : زمین کے خزانے،دینے اور کانوں میں ''خمس'' یعنی پانچواں حصہ ان کے حاصل ہوتے ہیں دینا ہے۔سال گذرنے کا انتظار نہ کیا جائے گا۔

قرض دی ہوئی رقم کی زکوۃ

مسلہ : قرض دی ہوئی رقم کی زکوۃ کی دوصورتیں ہیں۔اول: جس کے مل جانے کی امید ہو۔دوم: جس کے مل جانے کی امید نہ ہو۔اگر قرض مل جانے کی امید کامل ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے۔اگر قرض واپس مل جانے کی امید نہ ہو۔ جسے قرض دیا گیا ہے وہ نہایت تنگ دست ہوگیا ہے تو زکوۃ کو رقم کے وصول ہونے تک مؤخر کر دیا جائے گا۔اس کے وصول ہونے کے بعد کل سال کا حساب لگا کر زکوۃ ادا کی جائے گی۔مگر کسی نے سہولت کے سبب اس کی بھی زکوۃ نکال دے تو بہتر ہے۔بلکہ یہی بہتر ہے۔کیوں کہ اگر مال دس سال کے بعد حاصل ہوا تو کل دس سال کا حساب لگا کر ایک موٹی رقم زکوۃ کی نکالنی ہوگی، جو ایک ہی مرتبہ وجھ پڑ جائے گا۔اس وجہ سے ممکن ہے کہ زکوۃ نہیں نکال سکے۔

مسلہ : جسے قرض دیا گیا ہے اگر وہی زکوۃ کے مستحق ہو تو قرض کو زکوۃ کی نیت کر کے معاف کر دینا درست ہے۔نیز اس شخص کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے۔

مسلہ : مال ضمار یعنی وہ مال جس کے گم ہو جانے کے بعد ملنے کی امید ختم ہوگئی ہو۔جیسے کل مال سمندر میں ڈوب جائے۔چوری ہو جائے۔ڈکیتی کر لی گئی۔چھین لی گئی۔ان مالوں میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : ''لقطہ'' یعنی گری پڑی چیز و مال اگر نصاب تک پہنچا مال ہے اور مدت مدیدہ تک انتظار کے بعد بھی اس کا مالک لینے کو نہیں آیا یا اس کا پتہ نہ چلا تو اس کے بعد اس کا مالک یہی مال پانے والا ہے۔اس لئے وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔اس لئے یہی اس کی زکوۃ نکالے گا۔

مسلہ : مہر دین نصاب کے بقدر ہے تو سال گذرنے کے بعد اس پر زکوۃ واجب ہے۔اگر سونا چاندی کی شکل میں ہے تو نصاب کی مقدار کے بعد ان پر عورت پر زکوۃ واجب ہے۔کیوں کہ یہ مال عورت ہی کا ہے۔مگر اس مال کا عورت کے قبضے میں کلی طور پر رہنا اور آجانا ضروری ہے۔اس سے پہلے زکوۃ واجب نہیں۔

مسلہ : مال حرام سے زکوۃ واجب نہیں۔اس لئے بیمہ، بینک کی سودی رقم وغیرہ سے زکوۃ نہیں نکلے گی۔البتہ جو مال خالص جائز ہے اور نصاب کے بقدر ہے تو اس پر زکوۃ نکلے گی۔یعنی فکس ڈپوزٹ مال اگر نصاب کے بقدر ہے تو اس پر زکوۃ ہے۔اس کے علاوہ اس ڈپوزٹ پر جو بینک سے سود کی نفع والی رقم ملتی ہے۔ وہ حرام مال ہے۔اگر یہ رقم بھی مال نصاب تک پہنچ گیا ہے تو پھر اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

مسلہ : گھر تعمیر کرنے کے لئے جمع شدہ مال اگر نصاب کے بقدر ہے تو اس پر بھی زکوۃ نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ : سونا چاندی کو چھوڑ کر ہیرے جواہرات میں زکوۃ نہیں ہے۔ بقول سید صادق الماس، دریاقوت، موتی، مرجان، زبرجد، اور عمدہ پتھروں میں بھی زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : غلام اور گھوڑے کی اگر تجارت کی جارہی ہے، تب بھی ان میں زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : امام ابوحنیفہ کے بقول گھوڑا، باہر چرنے والے ہوں تو ان کے مالک پر زکوۃ ہے اور ایک گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوۃ دینا ہے۔ چاہے تو ان کی قیمت لگا کر ہر دوسو درہم سے پانچ درہم زکوۃ نکال دے۔ دلیل دار قطنی کی عبارت حدیث جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ وہ ہے۔ اس میں حضورﷺ نے فرمایا ہے" فی الخیل السائمة فی کل فرس دینار" کہ باہر چرنے والے ہر گھوڑے میں ایک دینار زکوۃ ہے"۔ لیکن علامہ ترمذی نے غلام اور گھوڑے میں زکوۃ نہیں ہے۔ فرمایا ہے۔ ہاں! جب تجارتی بن جائیں اور ان پر سال گذر جائے، تب ان کی قیمتوں پہ زکوۃ ہے۔

مسئلہ : گدہوں اور خچروں میں زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : ذاتی ور ہائشی استعمال کی تمام چیزوں، عام پراپرٹی یا اموال پر یعنی مکان، پلاٹ، فرنیچر، برتن، تین جوڑے کپڑ، سلحہ، گاڑیاں، وغیرہ وغیرہ میں زکوۃ نہیں ہے۔

مسئلہ : حکومت جو ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس کو زکوۃ میں وضع کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ٹیکس کی ادائیگی مصارف زکوۃ میں سے نہیں ہے۔

جانوروں کی زکوۃ

مسئلہ : جانوروں کی زکوۃ میں سائمہ جانور یعنی جو چرنے والے جانور ہوں ان کی زکوۃ میں شرط ہے کہ وہ جنگلی جانور نہ ہو۔ کیوں کہ جنگلی جانور پر زکوۃ فرض نہیں۔ ہاں انہیں اگر تجارت کی جانے لگے تو پھر زکوۃ ہوگی۔ اگر بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو یہ بکری کے حکم میں ہوگا۔ اسی طرح نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ : سائمہ جانور سال کے درمیان میں کی تجارت کی نیت کر لی گئی تو رواں سال میں اس کی زکوۃ نہیں نکلے گی۔ بلکہ جب سے اور جس دن سے تجارت کی نیت کی ہے۔ اس دن سے اگلے سال اسی دن و تاریخ میں زکوۃ فرض ہوگی۔

مسئلہ : جانور کے بچے اگر تنہا ہو تو زکوۃ نہیں ہے۔

صدقہ فطر

صدقۂ فطر روزہ اورعبادت رمضان میں کوتاہی کو دور کرنے کے لئے جو صدقہ نکالی جاتی ہے۔ اس کو صدقۂ فطر کہتے ہیں۔اس کا حکم حضورﷺ نے اسی سال دیا تھا۔جس سال کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے۔یعنی ۲ ہجری میں صدقۂ فطر کا بھی حکم ہوا۔ یہ ہر مسلمان شخص پر رمضان کے اخیر میں شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کی نماز پڑھنے سے پہلے پہلے فقرائے اسلام میں تقسیم کردینا ہے۔تاکہ امیروں کی خوشی کے ساتھ غریب مسلمان بھی بخوشی عید کی نماز ادا کر کے خوشی مناسکیں۔علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ صدقہ فطر دینے سے روزہ مقبول ہوجاتا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ صدقہ فطر سے روزے کی تکمیل ہوجاتی ہے۔

مسلہ : صدقۂ فطر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہے۔فرض نہیں۔اسی پر حنفیہ کے نزدیک فتوی بھی ہے۔البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔بچہ، جوان، بوڑھا حتی کہ عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت عید گاہ جانے سے پہلے پہلے یا عید سے کچھ دن پہلے پیدا ہونے والے بچے بچی کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے۔

مسلہ : ردالمحتار کے فتوے کے موافق صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے آزاد ہونا، مسلمان ہونا، اصلی ضرورتوں سے فارغ مال کا صاحب نصاب مالک ہونا شرط ہے۔البتہ مال پر سال گذرنا شرط نہیں ہے۔اسی طرح روزہ دار ہونا بھی شرط نہیں۔اسی طرح عاقل ہونا، بھی شرط نہیں۔اس لئے بچوں پر بھی یہ واجب ہے۔

مسلہ : زکوۃ کے ایسے مستحق جو خودداری اور تقوی کے سبب زکوۃ نہ لیتا ہوتو اس کو بلا کہے زکوۃ دینا چاہئے۔اسی طرح ایسے اہل وعیال والا شخص جس کی کمائی کم ہو اور اخراجات زیادہ ہوں۔ مگر شرم سے مانگتا نہ ہو تو ان کو بھی، زکوۃ بلا کہے دینا چاہئے۔

مسلہ : صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع اناج ہے۔جمہور فقہا کے نزدیک ۲۱۷۵ گرام کے برابر اناج ہے۔بعض فقیہ نے اناج کی قیمت دینے کو افضل کہا ہے۔

مسلہ : حدیث میں گیہوں، چھوہارا، منقہ اور جو چار چیزوں سے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حدیث میں ذکر ہے۔چنانچہ گیہوں اور اس کے آٹے یا ستو سے آدھا صاع مقرر ہے۔چھوہارے ڈمنقہ، یا جو میں سے ایک صاع مقرر ہے۔اس کے علاوہ چیزوں سے بھی صدقۂ فطر نکال سکتے ہیں۔

مسئلہ : صاع کی مقدار تقریباً دوسیر ڈیڑھ پاؤ حساب بنتا ہے۔اس حساب سے آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک ہوتا ہے۔تقریباً پونے دوسیر کے قریب نکالنا چاہئے۔یعنی گرام میں ایک کلو چھ سو تینتیس گرام کے حساب سے صدقۂ فطر نکالنا چاہئے۔

مسئلہ : صدقۂ فطر کے حقدار وہی لوگ ہیں جو زکوۃ کے حقدار ہیں۔رمضان سے پہلے بھی دینا جائز ہے۔

مسئلہ : صدقۂ فطر الگ الگ فقیروں کو دینا جائز ہے۔اور ایک ہی فقیر کو کل صدقہ دے دینا بھی جائز ہے۔

عشر یعنی زمین کی پیداوار کی زکوۃ

''عشر'' عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا معنی ''دسواں'' حصہ ہے۔مگر پیداوار کے لئے عشر بولنے سے مخصوص دسواں حصہ مراد نہیں۔ بلکہ دسواں اور نصف وغیرہ پر بھی بولا جاتا ہے۔اس کی فرضیت اللہ تعالی کے کلام'' اَنفِقُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّا اَخْرَجنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرضِ وَ اٰتُوا حَقَّهٗ يَومَ حَصَادِه '' کہ ہماری راہ میں اپنی پاکیزہ کمائیوں سے اور ہم نے تمہارے لئے جو زمین سے پیداوار پیدا کی ہیں ان میں سے خرچ کرو''، سے عشر بھی مسلمانوں پر واجب ہے۔

عشر کا تعلق چونکہ زمین سے ہے۔اس لئے زمین کے بارے میں اسلامی احکامات جاننا نہایت ضروری ہے۔اس لئے جانئے کہ فقہائے اسلام نے زمین کو''عشری، خراجی اور تصعیفی'' کل تین قسموں میں تقسیم کی ہیں۔

عشری زمین : جس زمین کو مسلمانوں نے تلوار و محنت سے فتح کر کے اپنے لشکریوں اور سپاہیوں (فوج) میں تقسیم کر دی ہوں۔اس زمین کو''عشری'' زمین کہتے ہیں۔اسی طرح جن جگہوں کے لوگ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ہوں۔ان لوگوں کے قبضے کی زمین کو بھی عشری زمین کہتے ہیں۔

مگر یاد رہے کہ عرب اور بصرہ کی زمین ان شرائط نہ پائے جانے کے باوجود''عشری'' ہی کہلاتی ہے۔

خراجی زمین : جس زمین کو مسلمانوں نے تلوار و محنت سے فتح کرنے گیا ہو اور جنگ نہ ہوئی ہو۔ بلکہ فریقین میں صلح ہو کر کل علاقے کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہو۔اس زمین کو ''خراجی'' زمین کہتے ہیں۔مگر یاد رہے کہ''عراق'' کی زمین ان شرائط کے نہ پائے جانے کے

باوجود ''خراجی'' ہی کہلاتی ہے۔

تضعیفی زمین : تضعیف ''اضافہ'' سے ہے۔جس کے معنی ''دوگنا'' کے ہے۔یہ وہ عشری یعنی مسلمانوں کے بزور شمشیر فتح کی ہوئی زمین ہے جو حضور ﷺ کے عہد کے ان کے علاقے کے خاندان بنی تغلب کے نصرانی کے قبضے میں رہی ہو،اور وہ پیدا وار کا پانچواں حصہ دیتے رہے ہوں۔جسے مسلمانوں نے خرید لی ہوں۔

مسئلہ : عشری،خراجی اور تضعیفی تینوں زمینوں کو اگر مسلمان خرید لئے ہوں تو مسلمانوں کے خرید لینے کے بعد بھی ان کے پاس یہ زمینیں پہلے سے اگر عشری ہوتو وہ عشری ہی کہلائے گی اور اگر پہلے سے خراجی ہوتو وہ خراجی ہی کہلائے گی۔

مسئلہ : بنوتغلب کے لوگ اگر عشری زمین یعنی ان زمینوں کو جنہیں مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کی ہیں،خریدی تو تغلبی کے قبضے میں آتے ہیں۔وہ زمین شرعا ''تضعیفی'' کہلانے لگے گی۔اسی طرح اگر خراجی زمین خریدے گا تو یہ زمین خراجی ہی رہے گی۔مگر تضعیفی یعنی جو پہلے ہی سے بنوتغلب کے قبضے میں تھی،جو اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔پھر ان لوگوں نے ہی اس زمین کو خرید لی تو یہ زمین ''تضعیفی'' ہی کہلائے گی۔

مسئلہ : بنوتغلب خاندان کے لوگوں کے قبضے میں جو عشری زمین جا کر خراجی نام پا گئی تھی۔اگر وہ زمین بذریعۂ حق شفعہ کے کسی مسلمان کی ملکیت میں کسی سبب سے بھی چلی گئی تو وہ زمین دوبارہ ''عشری'' نام پا جائے گی۔اس پر عشر کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ : کوئی کافر مسلمانوں سے عشری زمین لے لے۔پھر کسی وجہ سے اس پر مسلمانوں ہی کا قبضہ ہو گیا تو پھر وہ زمین عشری ہی رہے گی۔اگر اس طرح کی زمین خیار عیب سے واپس آئی ہے تو شرط ہے کہ قاضی کے حکم سے وہ زمین واپس ہوئی ہو۔تب عشری کہلائے گی۔اگر قاضی کے حکم کے بغیر وہ زمین مسلمانوں کے پاس آ گئی ہے تو اس زمین کا نام ''خراجی'' زمین ہوگا۔اس پر خراج کے احکامات جاری ہوں گے۔

ہندوستان کی زمین کیسی ہے؟

حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے علم الفقہ میں ہندوستان کی مسلمانوں کے قبضے میں جو زمینیں ہیں۔ان کی نو/۹/ حالتیں لکھی ہیں ں۔

(۱) : بادشاہان اسلام کے قبضے کے بعد سے موروثی زمین والی حالت۔

(۲) : نامعلوم طریقے سے مسلمانوں کے نسل درنسل قبضے میں ہے۔

(۳) : مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں۔ایسی زمینیں۔اسی طرح مسلمانوں سے بیچنے والے زمینداروں نے بھی مسلمانوں سے ہی خریدی ہوں۔ایسی حالت کی زمین۔

(۴) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کی ملکیت میں تھیں۔ایسی زمین۔

(۵) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ زمین اس سے پہلے کس کی ملکیت میں تھی۔

(۶) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کی ملکیت میں تھیں۔ایسی زمین۔

(۷) : مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں۔مگر بیچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلموں سے خریدی ہوں۔ایسی حالت کی زمین۔

(۸) : مسلمانوں نے غیر مسلموں سے خریدی ہیں۔ایسی زمینیں۔

(۹) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں۔لیکن اس سے پہلے وہ زمین غیر مسلم کی ملکیت اور مملوکہ تھی۔

حکم : درمختار فتوے کی مشہور و معروف کتاب کے حوالے سے مؤلف علم الفقہ نے تشریح فرمائی ہیں کہ ان ہندوستانی ۹ رقسموں کی زمینوں میں سے پہلی پانچ صورتوں

(۱) : بادشاہان اسلام کے قبضے کے بعد سے موروثی زمین والی حالت۔

(۲) : نامعلوم طریقے سے مسلمانوں کے نسل در نسل قبضے میں ہے۔

(۳) : مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں۔ایسی زمینیں۔اسی طرح مسلمانوں سے بیچنے والے زمینداروں نے بھی مسلمانوں سے ہی خریدی ہوں۔ایسی حالت کی زمین۔

(۴) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کی ملکیت میں تھیں۔ایسی زمین۔

(۵) : سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور معلوم نہیں کہ وہ زمین اس سے پہلے کس کی ملکیت میں تھی رمیں اگر پیداوار اگر بارش کے پانی سے یا دریا کے پانی سے سے سینچ کر حاصل کی گئی ہے تو ان سب زمینوں سے حاصل شدہ پیداواروں پر ''عشر'' نکانا فرض ہے۔

اگر مول یا کسی اور طرح کے مول کے پانی سے پیداوار حاصل ہوئی ہوں تو ان سب زمینوں

سے حاصل شدہ پیداواروں پر نصف عشر فرض ہے۔ اس لئے کہ یہ سب زمینیں نامعلوم صورت کی وجہ سے اہل اسلام کی مملوکہ سمجھی جائیں گی۔ کیوں کہ انہی کی سلطنت تھی، اور مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں پر شرکل یا عشر نصف واجب ہوتا ہے۔

اخیر کی یعنی چھٹویں نمبر سے نویں نمبر تک کی زمینوں یعنی (٦): سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں اور وہ اس سے پہلے مسلمانوں کی ملکیت میں تھیں یا (٧): مسلمانوں نے مسلمانوں سے مول لی ہیں۔ مگر بیچنے والے مسلمانوں نے غیر مسلموں سے خریدی ہوں ریا (٨): مسلمانوں نے غیر مسلموں سے خریدی ہیں ریا (٩): سرکار انگلیشیہ نے بطور معافی کے عنایت کی ہیں۔ لیکن اس سے پہلے وہ زمین غیر مسلم کی ملکیت اور مملوکہ تھی رایسی زمینوں کی پیداوار میں ''عشر'' نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ زمینیں خراجی ہیں۔ یعنی اگر بادشاہ اسلام ہوتے تو ان پر سرکاری مالگذاری لیتے! اور یہ عشر میں محسوب نہیں ہوسکتی ہیں۔ کیوں کہ عشر کے مصارف میں یہ صرف نہیں کی جاسکتی ہیں۔ اس لئے کہ اس کے دینے سے عشر ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی ذمی اپنے گھر یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنادے تو وہ خراجی زمین ہوجاتی ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان اپنے گھر، یا افتادہ زمین کو باغ یا کھیت بنادی تو اگر سینچائی اس کی خراج کے پانی سے کرے تو وہ خراجی ہے اور اگر دونوں پانی سے سینچائی کرے تو وہ عشری ہے، اور اگر عشر کے پانی سے سینچائی کرے تو بھی وہ زمین عشری ہی ہے، اگرچہ خراج یا پانی اس میں زیادہ ہو۔

خراجی پانی: جس پانی پر پہلے کفار کا قبضہ ہو۔ پھر اہل اسلام نے بزور شمشیر اس پر قبضہ کرلیا ہو۔ وہ پانی ''خراجی'' پانی کہلاتا ہے۔ اس کے برخلاف بارش کے پانی، چشمے، کنویں وغیرہ کے پانی جس پر کسی کا قبضہ نہ ہو اس پانی کو ''عشری'' پانی کہتے ہیں۔

مسئلہ: گھر، قبرستان اور تیل وغیرہ کے چشمے میں کچھ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: کھیتی اور درخت جب پھل لائیں اور وہ عادتاً استعمال کے قابل ہوں یا نہیں، ان میں پھل اور دانہ آتے ہی عشر واجب ہے۔

مسئلہ: قدرت کے باوجود کاشت نہ کی جانے والی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔ البتہ خراج نہیں۔

مسئلہ: کرایہ کی زمین میں کرایہ دار جو اس کی کاشت کرتا ہے اس پر عشر واجب ہوگا۔

مسئلہ: عاریت کی زمین پر عاریت لینے والے پر عشر واجب ہے عاریت دینے والے پر نہیں۔

مسئلہ: کھیتی، یا پھلا ہوا پھل بیچنے کی صورت میں اگر پھل پکنے سے پہلے بیچا گیا ہے تو عشر خریدنے والے پر ہوگا۔ اگر پکنے کے بعد بیچا گیا ہے تو عشر بیچنے والے پر ہوگا۔

مسئلہ : قدرت کے باوجود کاشت نہ کی جانے والی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔ البتہ خراج نہیں۔ استعمال کر لینے والے پر تاوان واجب ہے۔

مسئلہ : جس شخص پر عشر دینا واجب تھا اور بغیر عشر دیئے وہ مر گیا تو میت عشر نکالنے کے لئے وصیت کیا ہو یا نہ کیا ہو، ہر حال میں اس کے مال متروکہ سے عشر نکالا جائے گا۔

مسئلہ : مشترکہ زراعت کرنے کی صورت میں صاحبین کے قول کے موافق دونوں پر عشر واجب ہے۔ اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

مسئلہ : اصل پیداوار ہی میں سے عشر دے یا پیداوار کی رواں قیمت عشر میں دے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

مسئلہ : عشر کے واجب ہونے کے لئے نصاب متعینہ کی شرط نہیں۔ سال گذرنے کی بھی قید نہیں۔ عاقل، بالغ، آزاد ہونے کی بھی شرط نہیں۔ اسی لئے مجنون، نابالغ اور مکاتب و ماذون کے مال میں بھی عشر واجب ہے، جو اس کے سرپرست ادا کریں گے۔ اسی طرح زمین کا مالک ہونے کی بھی شرط نہیں۔ اس لئے اگر وقف یا کرایہ کی زمین قبضے میں ہو تب بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ : ''عشر'' میں البتہ یہ شرط ہے کہ زمین میں جو پیداوار ہو رہی ہے، وہ ارادہ کے ساتھ بوئی گئی ہو، اور وہ خرید و فروخت کے قابل ہو۔ اسی لئے خود سے اُ‌گنے والی چیزوں مثلاً گھاس پھونس وغیرہ پر عشر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ : جو چیز جس علاقے میں قابل قدر ہو اور وہ اگائی جاتی ہو اس علاقے میں اس میں عشر واجب ہے۔ اسی طرح وہی چیز دوسرے علاقے میں بے قدر ہو اور اس کو اگائی نہ جاتی ہو تو اس علاقے میں اس چیز میں عشر واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ : خراجی زمین نہ ہو اور بارش یا دریا کے پانی کھیتی سینچی جانے کے بعد پیداوار حاصل ہو تو اس پیداوار میں ''عشر'' واجب ہے۔

مسئلہ : عشری زمین کی پیداوار میں عشر دینے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر زمین سے کنویں وغیرہ جدید آلات سے سینچ کر پیداوار حاصل کی جائے، اس پیداوار میں بوجہ محنتِ شاقہ کی رعایت کے بیسواں حصہ عشر واجب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زمین سے پیداوار کنویں اور اس جیسی دوسری صورتوں مثلاً مول پانی لینے کے ساتھ ساتھ، بارش اور دریا و تالاب کے پانی دونوں سے سینچ کر پیداوار حاصل کیا گیا ہے تو اس دوسری صورت میں اکثر کا اعتبار ہوگا۔

یعنی اگر بارش یا تالاب کا پانی زیادہ استعمال ہوا ہے تو کل عشر دینا ہوگا اور اگر محنت سے یا مول سے لایا ہوا پانی زیادہ استعمال ہو کر پیداوار حاصل ہوا ہے، یا دونوں پانی برابر استعمال ہوا ہے تو بھی نصف عشر دینا ہوگا۔

مسئلہ : پہاڑ، جنگل کی پیداوار میں اس شرط کے ساتھ کہ امام یا وقت کے مسلم حاکم نے رہزنوں اور کافروں سے اس کی حمایت کی ہو تو اس میں عشر واجب ہے۔

مسئلہ : حاکم وقت ابتداء مسلمانوں پر خراج مقرر نہیں کرے گا۔ بلکہ اس پر عشر ہی مقرر کرے گا۔ اس لئے کہ عشر عبادت ہے۔ اس کے بالمقابل خراج محصول ہے۔

مسئلہ : خراجی زمین اگر کوئی مسلمان خرید کر کھیتی شروع کر دے تو اب اس پر خراج واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوۃ اور عشر کا مال کافر کو دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ذمی ہو۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے بقول اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کو صدقہ کا مال دیا جا سکتا ہے۔ مگر حضرت فاروقؓ کے نزدیک اس آیت میں صدقات سے عام صدقات واجبہ، نافلہ مراد ہوں۔ صدقات نافلہ کافروں کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ : ذمی کو زکوۃ عشر خراج کے سوا صدقات نافلہ دینا جائز ہے۔

زکوۃ کون تقسیم کرے

حضورﷺ اپنے زمانے میں زکوۃ خود وصول کروا کر تقسیم کرتے تھے۔ حضرت معاذؓ جب یمن آپ ﷺ کے حکم سے قاضی بن کر گئے تو آپ نے ان کو بھی زکوۃ کے تعلق سے یہی نصیحت فرمائی کہ وہ خود وصول کریں اور خود ہی تقسیم کرے۔

اسی پر خلفائے راشدین اور ان کے بعد کے بعد بادشاہان اسلام کا عمل رہا۔ خلفائے عباسیہ وغیرہ تک زکوۃ اور صدقات اور خمس اسی طرح جزیہ لینے کے لئے الگ الگ بیت المال کا انتظام تھا۔ جس میں مال غنیمت سے پانچواں حصہ، دفینوں سے پانچواں حصہ راہ خدا پر لے کر جمع کر کے مستحققین میں تقسم کر دیا جاتا تھا۔ زکوۃ کے محصل لوگوں کے گھر تک جا جا کر وصول کر کے بیت المال میں مال زکوۃ جمع کرتے تھے۔ اس محصل کو ''ساعی'' نام سے پکارا جاتا تھا۔ ساعی یا محصلین زکوۃ کی تنخواہیں بھی مقرر تھیں۔

بیت المال کے علاوہ ایک دوسرا طریقہ امام و حاکم اسلام کی جانب سے شاہراہوں پر تاجروں کے مالوں کی حفاظت کی خاطر ایک شرطی مقرر کر دی جاتی تھی۔ وہ مالوں کو رہزنوں سے حفاظت بھی کرتا تھا۔ نیز یہ ان تاجروں سے ان کے مال اگر بقدر نصاب ہوں، اور سال گذر چکا ہو تو قرض سے بھی محفوظ ہوں تو مقررہ شرعیہ حصہ یعنی چالیسواں حصہ، ذمی کافروں سے بیسواں حصہ، حربی کافروں سے دسواں حصہ لے کر حاکم کے پاس جمع کرتا تھا، جو حقدار غرباء پر تقسیم ہوتا تھا۔ یہ محصل ''عاشر'' کہلاتا تھا۔

آج کل دارالاسلام میں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنا چاہئے۔ دارالحرب میں اہل مال والے اور شریعت سے واقف علمائے کرام کو از خود انتظام کرنا چاہئے اور زکوۃ وصدقات کو صحیح جگہوں پر خرچ کرنا چاہئے۔

آج جو مدارس اسلامیہ میں زکوہ وصول کئے جاتے ہیں۔ یہ محصلین مدارس مسلمانوں پر احسان کررہے ہیں جوان کے مالوں سے زکوۃ وصول کرکے ان کے گھروں تک آ آ کر پاک کررہے ہیں۔ ان کی قدر کرنی چاہئے۔

والسلام
مفتی محمد سجاد حسین القاسمی نان پوری
مقیم سبھاش لے آٹ، ہچ بی آر لے آؤٹ
بنگلور۔ کرناٹک انڈیا
988 86 06806